هو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ

حضرت اقدس حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ السلام کی ایمانی تحریروں کا سلسلہ

المکتوب نصف الملاقات نمبر (۴)

مکتوبات احمدیہ

(جلد سوم)

حضرت حجۃ اللہ علی الارض امام ربانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

مکتوبات جو آپ نے وقتاً فوقتاً ہندو۔ آریہ۔ برہمو۔ عیسائی مذاہب کے لیڈروں کے نام لکھے ہیں۔

خاکسار یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم و مرتب تفسیر القرآن وغیرہ نے مرتب کیا

جن کو

اور محمد وزیر خان احمدی نے چھپوا کر معرفت بدیہ المجتبیٰ

قادیان شائع کیا ٭

(انجمن سٹیم پریس لاہور میں چھپا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعد ما وجب - آپ کا عنایت نامہ جس پر کوئی تاریخ درج نہیں بذریعہ ڈاک مجھکو ملا آپ نے پہلے تو بے تعلق اپنے خط میں یہ قصہ چھیڑ دیا ہے کہ حقیقت میں خدائے قادر مطلق خالق و مالک ارض و سما مسیح ہے اور وہی نجات دہندہ ہے لیکن میں سوچ میں ہوں کہ آپ صاحبوں کی طبیعت کیونکر گوارا کر لیتی ہے کہ ایک آدم زاد خاکی نہاد عاجز بندہ کی نسبت آپ لوگ یہ خیال کر بیٹھے ہیں کہ وہی ہمارا پیدا کنندہ اور رب العلمین ہے یہ خیال آپ کا حضرت مسیح کی نسبت ایسا ہی ہے جیسے ہندو لوگ راجہ رامچندر کی نسبت کہتے ہیں - صرف اتنا فرق ہے کہ ہندو لوگ کشلیا کے بیٹے کو اپنا پرمیشر بنا رہے ہیں اور آپ حضرت مریم صدیقہ کے صاحبزادہ کو - نہ ہندؤں نے کبھی ثابت کر دکھایا کہ زمین و آسمان میں کوئی ٹکڑا کسی مخلوق کا رامچندر یا کرشن نے پیدا کیا ہے اور نہ آج تک آپ لوگوں نے حضرت مسیح کی نسبت کچھ ایسا ثبوت دیا - افسوس کہ جو قوتیں عقل اور ادراک اور فہم و قیاس کے آپ صاحبوں کی فطرت کو عطا کی گئی تھیں آپ لوگوں نے ایک ذرا انکا قدر نہیں کیا - اور علوم طبعی اور فلسفی کو پڑھ پڑھا کر ڈبو دیا - اور عقلی علوم کی روشنی آپ لوگوں کے دلوں پر ایک ذرا نہ پڑی سادگی اور ناسمجھی کے زمانہ میں جو کچھ گھڑا گیا - انہیں باتوں کو آپ لوگوں نے ابتک اپنا دستور العمل بنا رکھا - کاش اس زمانہ میں دو چار دن کیلئے حضرت مسیح اور راجہ رامچندر اور کرشن و بدھ وغیرہ کہ جن کو مخلوق پرستوں نے خدا بنایا ہؤا ہے پھر دنیا میں اپنا درشن کرا جاتے تا خود ان لوگوں کا انصاف ہی ان کو ملزم کرتا کہ کیا ان آدمزادوں کو خدا خدا کر کے پکارنا چاہیئے - اور تعجب تو یہ ہے کہ باوجود ان تمام رسوائیوں کے جو آپ لوگوں کے عقاید میں پائی جاتی ہیں پھر آپ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے عقاید عقل کے موافق ہیں - میں حیران ہوں کہ جن لوگوں کے یہ اعتقاد ہیں کہ خدا تعالےٰ نے اپنا قدیمی اور غیر متغیر جلال چھوڑ کر ایک عورت کے پیٹ میں حلول اور ناپاک راہ سے تولد پایا اور دکھ اور تکلیف اٹھاتا رہا اور مصلوب ہو کر مر گیا اور پھر یہ کہ وہ تین بھی ہے اور ایک بھی - اور انسان کامل بھی ہے اور خدائے کامل بھی سو ایسے عقاید کو کیونکر

عقل کے مطابق کر سکتے ہیں اور ایسی نئی فلسفی کونسی ہے - جس کے ذریعے سے یہ لغویات
معقول ٹھہر سکتے ہیں - پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب آپ لوگ معقول طور پر اپنے خوش
عقیدہ کی سچائی ثابت نہیں کر سکتے تو پھر لاچار ہو کر نقل کیطرف بھاگتے ہیں اور یہ کہتے ہیں
کہ یہ باتیں ہمنے پہلی کتابوں میں یعنی بائبل میں دیکھی ہیں - اسی وجہ سے ہم ان کو مانتے ہیں - لیکن
یہ جواب بھی سراسر ہیچ اور کمیچی ہے - کیونکہ ان کتابوں میں ہرگز یہ بات درج نہیں ہے -
کہ حضرت مسیح خدا کے بیٹے یا خود رب العلمین ہیں اور دوسرے لوگ خدا کے بندے ہیں بلکہ
بائبل پر غور کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ خدا کا بیٹا کر کے کسی کو پکارنا یہ ان کتابوں کا
عام محاورہ ہے - بلکہ بعض جگہ خدا کی بیٹیاں بھی لکھی ہیں اور ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ تم
سب خدا ہو - تو پھر اس حالت میں حضرت مسیح کی کیا خصوصیت رہی ماسوا اس کے ہر ایک
عاقل جانتا ہے کہ منقولات اور اخبار میں صدق اور کذب اور تغیر اور تبدیل کا احتمال ہے -
خصوصاً جو جو صدمات عیسائیوں اور یہودیوں کی کتابوں کو پہونچے ہیں اور جن جن خیانتوں
اور تحریفوں کا انہوں نے آپ اقرار کر لیا ہے ان وجوہ سے یہ احتمال زیادہ ترقوی ہو جاتا ہے -
اور یہ بھی آپ کو سوچنا چاہیئے کہ اگر ہر یک تحریر بغیر ثبوت باضابطہ کے قابل اعتبار ٹھہر سکتی ہے
تو پھر آپ لوگ ان قصّوں کو کیوں معتبر نہیں سمجھتے کہ ہندوؤں کے پستکوں میں رام چندر اور
کرشن اور برہما اور بشن وغیرہ کے معجزات کی نسبت اور ان کے بڑے بڑے کاموں کے
بارہ میں ابتک لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں - جیسے مہادیو کے لٹوں سے گنگا کا نکلنا اور
مہادیو کا پہاڑ کو اٹھا لینا اور ایسا ہی ارجن کے بھائی راجہ بھیم کے مقابل پر مہادیو کا کشتی کیلئے
آنا - جس کی پرانوں میں یہ کتھا لکھی ہے کہ مہادیو جی بھینسی کا روپ دھار کر راجہ بھیم کے سامنے
آکھڑی ہوئی - بھیم نے چاہا کہ ان سے لڑے - مہادیو جی بھاگ نکلے - بھیم نے انکا پیچھا کیا -
تب وہ زمین میں گھس گئی - بھیم نے یہ دیکھکر بڑے زور سے انکی پونچھ پکڑ لی - اور کہا کہ اب
میں نہ جانے دونگا - سو پونچھ اور پچھلا دھڑ تو بھیم کے ہاتھ میں رہ گیا - اور منہ نیپال کے پہاڑ میں
جا نکلا - اسی وجہ سے منہ کی پوجا نیپال میں ہوتی ہے - اور پونچھ اور پچھلے دھڑ کی کدار ناتھ
میں - اب دیکھئے کہ جو کچھ عقیدہ آپ نے بنا رکھا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کی روح حضرت مریم کے

مریم کے رحم میں گھس گئے۔ اور گھسنے کے بعد اس نے ایک نیا روپ دھار لیا جس سے وہ کامل خدا بھی بنے رہے اور کامل انسان بھی ہو گئے۔ کیا یہ قصہ بھیم اور مہادیو کے قصہ سے کچھ کم ہے۔ پھر آپ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم کو مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے سے نجات حاصل ہو گئی ہے۔ مگر میں آپ لوگوں میں نجات کی کوئی علامت نہیں دیکھتا۔ اور اگر میں غلطی پر ہوں تو آپ مجھکو بتلا دیں کہ وہ کون سے انوار اور برکات اور قبولیت الٰہی کے نشان آپ لوگوں میں پائے جاتے ہیں جن سے دوسرے لوگ محروم رہے ہوئے ہیں۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ ایمانداروں اور بے ایمانوں اور ناجیوں اور غیر ناجیوں میں ضرور مابہ الامتیاز ہونا چاہیئے۔ مگر پادری صاحب آپ ناراض نہ ہوں۔ وہ علامات جو ایماندار دلیں ہو سکتے ہیں اور ہونے چاہئیں۔ جنکو حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی دو تین جگہ انجیل میں لکھا ہے۔ وہ آپ لوگوں میں مجھکو نظر نہیں آتے۔ بلکہ وہ نشان سچے مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور انہیں میں ہمیشہ پائے گئے ہیں اور انہیں نشانوں کے ظاہر کرنے کیلئے اس عاجز نے آپ صاحبان کی خدمت میں رجسٹری کرا کر خطوط لکھے اور بیس ہزار اشتہار تقسیم کیا اور کوئی دقیقہ ابلاغ اور اتمام حجت کا باقی نہ رکھا۔ تا خدا کرے کہ آپ لوگوں کو حق کے دیکھنے کیلئے شوق پیدا ہو۔ اور جو مقبول اور مردود میں فرق ہونا چاہیئے۔ وہ آپ بچشم خود دیکھ لیں اور اچھے درختوں کے اچھے پھل اور اچھے پھول بذات خود ملاحظہ کریں۔ مگر افسوس کہ میری اسقدر سعی اور کوشش سے آپ لوگوں میں سے کوئی صاحب میدان میں نہیں آئے۔ اب آپ نے یہ خط لکھا ہے۔ مگر دیکھیئے کہ اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے خط میں تین شرطیں لکھی ہیں۔ پہلے آپ یہ لکھتے ہیں کہ چوبیس سو روپیہ یعنی تین ماہ کی تنخواہ بطور پیشگی ہمارے پاس گوجرانوالہ میں بھیجا جاوے۔ اور نیز مکان وغیرہ کا انتظام اسی عاجز کے ذمہ رہے اور اگر کسی نوع کی دقت پیش آوے تو فوراً آپ گوجرانوالہ میں واپس چلے جاویں گے اور جو روپیہ آپ کو مل چکا ہو اس کو واپس لینے کا استحقاق اس عاجز کو نہیں رہے گا۔ یہ پہلی شرط ہے جو آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ لیکن گزارش خدمت کیا جاتا ہے کہ روپیہ کسی حالت میں قبل از انفصال امر کے جسکے بحالت مغلوب ہونیکے روپیہ دینے کا اقرار ہے آپ کو نہیں مل سکتا۔ ہاں البتہ یہ روپیہ آپ کی تسلی اور اطمینان تسلی کیلئے کسی بنک سرکاری میں جمع ہو سکتا ہے۔ یا کسی مہاجن کے پاس رکھا جا سکتا ہے۔ غرض جسطرح چاہیں روپیہ کی بابت ہم آپ کی

تسلی کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ کے ہاتھ میں نہیں دے سکتے۔ اور یہ بات سچ اور قریب انصاف بھی ہے۔ کہ جب تک فریقین میں جو امر متنازعہ فیہ ہو وہ تصفیہ نہ پا جاوے۔ تب تک روپیہ کسی ثالث کے ہاتھ میں رہنا چاہیئے۔ امید ہے کہ آپ جو طالب حق ہیں۔ اس بات کو سمجھ جائیں گے۔ اور اس کے برخلاف اصرار نہیں کریں گے۔ اور جو اسی شرط کے دوسرے حصّہ میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ اگر مکان وغیرہ کے بارے میں کسی نوع کی ہم کو دقت پہونچی تو ہم فوراً گھر اپنے کو الٰہ میں آ دیں گے۔ اور جو روپیہ جمع کرایا گیا ہے ہمارا ہو جائے گا۔ یہ شرط آپ کی ہی ایسی رسیع الذیل ہے کہ ایک بہانہ جو آدمی کو اس سے بہت گنجایش مل سکتی ہے۔ کیونکہ مکان بلکہ ہر ایک چیز میں نکتہ چینی کرنا بہت آسان ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس جگہ کا آب وہوا ہم کو مخالف ہے۔ ہم بیمار ہو گئے۔ مکان میں بہت گرمی ہے۔ فلاں چیز ہم کو وقت پر نہیں ملتی۔ فلاں فلاں ضروری چیزوں سے مکان خالی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب ایسی ایسی نکتہ چینیوں کا کہاں تک تدارک کیا جائیگا۔ سو اس بات کا انتظام اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ آپ ایک دو دن کیلئے خود قادیان میں آکر مکان کو دیکھ بھال لیں اور اپنے ضروریات کا بالمواجہ تذکرہ اور تصفیہ کرلیں تا جہاں تک مجھ سے بن پڑے آپ کی خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے کوشش کروں۔ اور پیچھے بعد میں نکتہ چینی کی گنجایش نہ رہے ماسوا اس کے یہ عاجز تو اس بات کا ہرگز دعوی نہیں کرتا کہ کسی کو اپنے مکان میں فروکش کر کے جو کچھ نفس امارہ اوس کا اسباب عیش وتنعم مانگتا جاوے وہ سب اس کیلئے مہیا کرتا جاؤں گا۔ بلکہ اس خاکسار کا یہ عہد و اقرار ہے کہ جو صاحب اس عاجز کے پاس آئیں ان کو اپنے مکان میں سے اچھا مکان اور اپنی خوراک کے موافق خوراک دیجا دے گی۔ اور جس طرح ایک عزیز اور پیارے مہمان کی حتی الوسع دلجوئی وخدمت وتواضع کرنی چاہیے اسی طرح ان کی بھی کی جائے گی۔ اپنی طاقت اور استطاعت کے موافق برتاؤ

اور معاملہ ہوگا۔ اور اپنے نفس سے زیادہ اکل و شرب میں ان کی رعایت رکھی جاوے گی۔ ہاں اگر کوئی اس قسم کی تکلیف ہو۔ جس کو اس گاؤں میں ہم لوگ اُٹھاتے ہیں اور اس کا دفع اور ازالہ ہماری طاقت اور استطاعت سے باہر ہے۔ اس میں ہمارے مہمان ہماری حالت کے شریک رہیں گے اور اس بات کو آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ مگر ہر یک منصف سمجھ سکتا ہے۔ کہ جس حالت میں ہم نے دو سو روپیہ ماہواری دینا قبول کیا اور اس کے ادا کے لئے ہر طرح تسلی بھی کر دی تو ہم نے اپنے اس فرض کو ادا کر دیا۔ یا جو کسی کا پورا پورا حق دینے کے لئے ہمارے سر پر تھا۔ رہا تجویز مکان و دیگر لوازم مہمانداری سو یہ زوائد ہیں جن کو ہم نے محض حسن اخلاق کے طور پر اپنے ذمہ آپ لے لیا ہے۔ ورنہ ہر یک بالانصاف آدمی جانتا ہے کہ جس شخص کو پورا پورا حق اس کی حیثیت کے موافق بلکہ اس سے بڑھ کر دیا جائے تو پھر اور کوئی مطالبہ اس کا بیجا ہے۔ اس کو تو خود مناسب ہے کہ اگر زیادہ تر آرام پسند اور آسایش دوست ہے تو اپنی آسایش کے لئے آپ بندوبست کرے۔ جیسا اس حالت میں بندوبست کرتا۔ کہ جب وہ دو سو روپیہ نقد کسی اور جگہ سے بطور نوکری پاتا۔ غرض جس قدر علاوہ ادائے حق کے ہم سے کسی کی خدمت ہو جائے۔ اس میں تو ہمارا ممنون ہونا چاہیئے۔ کہ ہم نے علاوہ اصل شرط کے بطور مہمانی کے اس کو رکھا۔ نہ کہ الٹی نکتہ چینی کیجائے کیونکہ یہ تو تہذیب اور اخلاق اور انصاف سے بہت بعید ہے اور اس مقام میں مجھکو ایک سخت تعجب یہ ہے کہ اگر ایسے شرائط جو آپ نے پیش کئے کوئی اور شخص کسی فرقہ مخالف کا پیش کرتا تو کچھ بعید نہ تھا۔ مگر آپ لوگ تو حضرت مسیح علیہ السلام کے خادم اور تابع کہلاتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا دم مارتے ہیں۔ سو یہ کیسی بھول کی بات ہے کہ آپ حضرت مسیح کی سیرت کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت مسیح ایک مسکین اور درویش

طبع آدمی تھے۔ جنہوں نے اپنی تمام زندگی میں کوئی اپنا گھر نہ بنایا اور کسی
نوع کا اسباب عیش و عشرت اپنے لئے مہیا نہ کیا۔ تو پھر آپ فرما دیں کہ
آپ کو ان کی پیروی کرنا لازم ہے یا نہیں؟ جب تک آپ کی زندگی مسیح کی
زندگی کا نمونہ نہ بنیں۔ تب تک آپ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح کے سچے
پیرو ہیں۔ سو اب آپ غور کر لیں کہ یہ کسقدر نازیبا بات ہے کہ جو آپ پہلے
ہی اپنے عیش و عشرت کے لئے مجھ سے شرطیں کر رہے ہیں آپ پر واضح ہو کہ
یہ عاجز مسیح کی زندگی کے نمونہ پر چلتا ہے۔ کسی باغ میں امیرانہ کوٹھی نہیں رکھتا اور
اس عاجز کا گھر اس قسم کی عیش و نشاط کا گھر نہیں ہو سکتا۔ جس کی طرف دنیا پرستوں کی
طبیعتیں راغب اور مائل ہیں۔ ہاں اپنی حیثیت اور طاقت کے موافق مہمانوں
کے لئے خالصاً للہ مکانات بنا رکھے ہیں اور جہاں تک بس چلسکتا ہے۔ اُنکی خدمت
کے لئے آمادہ و حاضر ہوں سو اگر ایسے مکانات میں گذارہ کرنا چاہیں تو بہتر ہے کہ اول
آکر اُن کو دیکھ لیں۔ لیکن اگر آپ متنعم پسند لوگوں کی طرح مجھ سے یہ درخواست کریں کہ
میرے لئے ایک ایسا شیش محل چاہیئے۔ جو ہر ایک طرح کے فرش فروش سے آراستہ
ہو۔ جابجا تصویریں لگی ہوئی اور مکان سجا ہوا اور بوتلوں میں مست اور منشی کرنیوالی
چیزیں بھری ہوئی رکھی ہو۔ اور ارد گرد مکان کے ایک خوش نما باغ اور چاروں طرف اس کے
نہریں جاری ہوں اور دس بیس خدمتگار غلاموں کی طرح حاضر ہوں تو ایسا مکان
پیش کرنے سے مجبور اور معذور ہوں بلکہ ایک سادہ مکان جو ان تکلیفات سے خالی۔
لیکن معمولی طور پر گذارہ کرنیکا مکان ہو موجود اور حاضر ہے اور مکرر کہتا ہوں کہ آپ کو پُر
تکلف مکانات اور دوسرے لوازم سے گریز کرنا چاہیئے تا آپ میں مسیح کی زندگی کے
علامات ظاہر ہو جائیں اور میں ہرگز خیال نہیں کرتا کہ یہ مکان آپ کو کچھ تکلیف
دہ ہوگا۔ بلکہ مجھے کامل تسلی ہے کہ ایک فقر گذار آدمی ایسے مکان میں رہ کر کوئی کلمہ شکوہ
شکایت کا منہ پر نہیں لائیگا۔ کیونکہ مکان وسیع موجود ہے۔ اور گذارہ کرنیکے لئے سب
کچھ مل سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر آپ بعد ملاحظہ مکان چند معمولی اور جائز باتوں

میں جو ہماری طاقت میں ہوں فرمایش کریں تو وہ بھی بفضلہ تعالیٰ میسر آسکتے ہیں - مگر بہر حال پہلے آپ کا تشریف لانا ازبس ضروری ہے - پھر آپ دوسری شرط میں یہ لکھتے ہیں کہ الہام اور معجزہ کا ثبوت ایسا چاہیئے - جیسے کتاب اقلیدس میں ثبوت درج ہیں - جن سے ہمارے دل قایل ہو جائیں - اس میں اول عاجز کی اس بات کو یاد رکہیں کہ ہم لوگ معجزہ کا لفظ صرف اسی محل میں بولا کرتے ہیں جب کوئی خارق عادت کسی نبی اور رسول کیطرف منسوب ہو لیکن یہ عاجز[1] نہ نبی نہ رسول ہے صرف اپنے نبی معصوم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ خادم اور پیرو ہے اور اسی رسول مقبول کی برکت و متابعت سے یہ انوار و برکات ظاہر ہو رہے ہیں - سو اس جگہ کرامت کا لفظ موزون ہے نہ معجزہ کا اور ایسا ہی ہم لوگوں کے بول چال میں آتا ہے - اور جو اقلیدس کی طرح ثبوت مانگتے ہیں - اس میں یہ عرض ہے کہ جس قدر بفضلہ تعالےٰ روشن نشان آپ کو دکھلائے جائیں گے بلکہ ان کے ثبوت اقلیدس کا جو اکثر مدار برہ موہومہ پر مبنی ہے ناکارہ اور ہیچ ہے - اقلیدس کے ثبوتوں میں کئی محل گرفت کی جگہ ہیں اور ان ثبوتوں کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے کوئی کہے - کہ اگر اول آپ بلا دلیل کسی ایک چارپایہ کی نسبت یہ مان لیجئے کہ یہ چارپایہ نجاست کھا لیتا ہے اور میں میں کرتا ہے اور بدن پر اس کے اون ہے تو ہم ثابت کر چکے کہ وہ بھیڑ کا بچہ ہے - ایسا ہی اقلیدس کے بیانات میں اکثر جگہ تناقض ہے - جیسے اول وہ آپ ہی لکھتا ہے - نقطہ وہ شئے ہے جس کی کوئی جزنہ ہو جیسے بالکل قابل انقسام نہ ہو - پھر وہ دوسری جگہ آپ ہی تجویز کرتا ہے کہ ہر یک خط کے دو ٹکڑے ایسے ہو سکتے ہیں کہ وہ دونوں اپنے اپنے مقدار میں برابر ہوں - اب فرض کرو کہ ایک خط مستقیم ایسا ہے جو نو نقطوں سے مرکب ہے اور بموجب دعویٰ اقلیدس کے ہم چاہتے ہیں جو اس کے دو مساوی ٹکڑے کریں - تو اس صورت میں یا تو یہ امر خلاف قرار داد پیش آئیگا - کہ ایک نقطہ کے دو ٹکڑے ہو جائیں اور یا یہ دعویٰ اقلیدس کا کہ ہر یک خط مستقیم دو ٹکڑے مساوی ہو سکتا ہے غلط ٹھہرے گا - غرض اقلیدس بہت سی وہمی اور بے ثبوت باتوں سے بھری ہوئی ہے جنکو جاننے والے

[1] یہ آپ کی سچائی کی دلیل ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس رفقہ نبوت کو نہیں کھولا آپنے بھی دعویٰ نہ کیا (ایڈیٹر)

خوب جانتے ہیں۔ مگر آسمانی نشان تو وہ چیز ہے کہ وہ خود منکر کی ذات پر ہی وارد ہو کر حق الیقین تک اس کو پہونچا سکتا ہے۔ اور انسان کو بجز اس کے ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ سو آپ تسلی رکھیں کہ اقلیدس کے ناچیز خیالات کو اُن عالی مرتبہ نشانوں سے کچھ نسبت نہیں ’’چہ نسبت خاک را با عالم پاک‘‘ اور یہ نہیں کہ صرف اس عاجز کے بیان پر ہی ہر رہیگا بلکہ یہ فیصلہ بذریعہ ثالثوں کے ہو جائے گا۔ اور جب تک ثالث لوگ جو فریقین کے مذہب سے الگ ہوں گے یہ شہادت نہ دیں کہ ہاں فی الحقیقت یہ خوارق اور پیشگوئیاں انسانی طاقت سے باہر ہیں۔ تب تک آپ غالب اور یہ عاجز مغلوب سمجھا جائیگا۔ لیکن درصورت ملجانے ایسی گواہیوں کے جو ان خوارق اور پیشگوئیوں کو انسانی طاقت سے بالاتر قرار دیتی ہوں۔ تو آپ مغلوب اور میں بفضلہ تعالیٰ غالب ہوں گا۔ اور اسی وقت آپ پر لازم ہوگا کہ اسی جگہ قادیان میں بغرض اسلام مشرف ہو جائیں۔ پھر آپ اپنے خط کے اخیر پر یہ لکھتے ہیں۔ کہ اگر شرائط مذکورہ بالا کو قبول نہیں فرماؤ گے۔ تو آپ کا حال اور یہ شرائط چند اخبار ہند میں شایع کئے جائیں گے۔ سو مشفق من جو کچھ حق حق تھا آپ کی خدمت میں لکھہ دیا گیا ہے اور یہ عاجز آپ کے حالات شایع کرانے کرانے سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ بلکہ خدا جانے آپ کب اور کس وقت اپنی طرف سے اخباروں میں یہ مضمون درج کرائیں گے۔ مگر یہ خاکسار تو آج ہی کی تاریخ میں ایک نقل اس خط کی بعض اخباروں میں درج کرنیکے لئے روانہ کرتا ہے۔ اور آپ کو یہ خوش خبری پہلے سے سنا دیتا ہے تا آپ کی تکلیف کشی کی حاجت نہ رہے۔ اور من بعد جو کچھ آپ کیطرف سے ظہور میں آئیگا۔ وہ بھی بیس روز تک انتظار کر کے چند اخباروں میں چھپوا دیا جاویگا۔ اور اگر آپ کچھ غیرت کو کام میں لا کر قادیان میں آگئے تو پھر آپ دیکھیں کہ خداوند کریم کس کے ساتھ ہے اور کس کی حمایت اور نصرت کرتا ہے اور پھر اس وقت آپ پر یہ بھی کھل جائے گا کہ کیا سچا اور حقیقی خدا جو خالق اور مالک ارض و سما ہے وہ حقیقت میں ابن مریم ہے یا وہ خدا ازلی و ابدی غیر متغیر و قدوس جس پر ہم لوگ ایمان لائے ہیں ح

میں اسی خدائے کامل اور صادق کی آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ ضرور تشریف لاویں ضرور آئیں اگر وہ قسم آپ کے دل پر موثر نہیں تو پھر اتمام الزام کی نیت سے آپ کو حضرت مسیح کی قسم ہے کہ آپ آنے میں ذرا توقف نہ کریں تا حق اور باطل میں جو فرق ہے وہ آپ پر کھل جائے اور جو صادقوں اور کاذبوں میں مابہ الامتیاز ہے وہ آپ پر روشن ہو جائے والسلام علی من اتبع الھدیٰ

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت | کہ با کہ باختۂ عشق در شب دیجور
من ایستادہ ام اینک تو ہم بیا بشتاب | کہ تا سیاہ شود روئے کاذب مغرور

(خاکسار آپ کا خیر خواہ مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور)

مکتوب نمبر (۲) (پادری جوالا سنگھ کے نام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشفقی پادری جوالا سنگھ صاحب:۔

بعد ما وجب چند روز ہوئے کہ آپ کا ایک طول طویل خط پہونچا۔ مگر میں اپنے ضروری کاموں کے باعث جواب نہ لکھ سکا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے کس قدر جلدی اپنے پہلے خط کے مضمون کے مخالف یہ خط لکھدیا۔ آپ کا خط موجود ہے جس میں آپ نے دعوے کیا تھا۔ کہ جو نشان چاہو میں دکھلا سکتا ہوں اور خداوند مسیح میری آواز سنتا ہے۔ اسی بنا پر میں نے جواب لکھا تھا کہ مجھے ضرور نہیں کہ میں اپنی طرف سے درخواست کروں کہ ایسا نشان دکھلاؤ۔ بلکہ واجب ہے کہ ان نشانوں کے موافق دکھلاؤ۔ جو خود آپ کے خداوند نے آپ کی ایمان داری کی نشانیاں قرار دی ہیں اور اگر ایسا نشان دکھلا نہ سکو

تو دو باتوں میں سے ایک بات ماننے پڑے گی یا تو یہ کہ آپ ایمان دار نہیں۔ اور یا یہ کہ جس نے ایسی نشانیاں قرار دی ہیں وہ کذّاب اور دروغگو ہے جو جھوٹے وعدوں کی بنا پر اپنے مذہب کو چلانا چاہتا ہو۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے میرے اس سوال کا کیا جواب دیا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ آپ نے اپنے خط میں ایسا ہی لکھا ہے کہ میں جو نشان چاہو دکھلا سکتا ہوں۔ اور خداوند مسیح میری آواز سنتا ہے۔ اور اگر یہ سچ ہے تو اب آپ کو اس خداوند مسیح کی نسبت اتنی جلدی کیوں شک پڑ گیا۔ اور آپ کا اپنے دوسرے خط میں یہ جواب لکھنا کہ پہلے آپ نشان دکھلاؤ۔ پھر اس قسم کا نشان میں دکھلاؤں گا۔ یہ صریح وعدہ شکنی ہے۔ دعویٰ کر کے پھر اس دعویٰ سے منہ پھیر لینا کیا یہ حق کے طالبوں کی نشانی ہے۔ جو شخص کسی نشان دکھلانے کیلئے توفیق دیا گیا ہے۔ وہ پہلے بھی دکھا سکتا ہے اور بعد بھی اچھا ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ آپ نشان دیکھنے کے بعد ہی نشان دکھلا دیں۔ لیکن آپ صاف طور پر اپنا اقرار تحریری لکھ بھیجیں۔ کہ کسی نشان کے دیکھنے کے بعد یا تو میں اس کے مقابل یہ نشان دکھلاؤں گا۔ اور یا بلا توقف مسلمان ہو جاؤں گا۔ اور اگر ایسا نہ کروں تو خدا تعالیٰ کی لعنت میرے پر ہو۔ پھر اس تحریر کے بعد ہم آپ کی پہلی تحریر کا آپ سے مواخذہ کریں گے اور یہ آپ کا کہنا کہ ہم کسی کوٹھڑی میں بیٹھ جائیں اور اس میں نشان دکھلاویں گے۔ یہ قرآن کریم کی تعلیم نہیں اور انجیل میں بھی پائی نہیں جاتی۔ شاید کوٹھڑیوں کا پورانہ خیال ہندوؤں کی تعلیم سے آپ کے دل میں باقی رہا ہو۔ ہم لوگ اپنے رب کریم کی تعلیم سے قدم باہر نہیں رکھ سکتے۔ وہاں یہ حکم ہے کہ میدان میں آؤ۔ اور میدانوں میں اپنے دشمنوں کو ملزم کرو۔ سو ہم اپنے روشن چراغ کو کسی کوٹھڑی کے اندر چھپا نہیں سکتے۔ بلکہ میدان کی اس اونچی جگہ پر رکھیں گے۔ جس سے دور دور تک روشنی جائے۔ اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ ان خطوط کی دوسرے کو

خبر نہ ہو میں نہیں سمجھتا کہ یہ قول کس تعلیم کی بنا پر ہے۔ ہم کسی کام میں مخلوق سے نہیں ڈرتے۔ اگر یہ ثابت ہو کہ درحقیقت ابن مریم خدا ہے۔ تو سب سے پہلے ہم اس پر ایمان لاویں اور کسی بیعزتی اور مرنے سے نہ ڈریں۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ عاجز انسان ہے۔ اور ہم میں سے ایک کی بھی آواز نہیں سن سکتا۔ اور پھر اگر آپ طالب حق ہیں۔ تو اس بحث کو کیوں چھپا لیتے ہیں۔ کیا یہ اندیشہ ہے کہ اگر پادریوں کو خبر ہوگئی۔ تو آپ نوکری سے برخاست کئے جائیں گے۔ یا کوئی وظیفہ بند کیا جائیگا۔ چھپ چھپ کر بحث کرنا ایمان داروں کا کام نہیں۔ اور پھر آپ کا یہ فرمانا کہ قرآن مسیح کے معجزات کا مصدق ہے۔ کس قدر آپ کی بے خبری ثابت کرتا ہے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ مسیح تو ایک عاجز بندہ تھا۔ کبھی اس نے خدائی کا دعویٰ نہ کیا۔ اور اگر خدائی کا دعویٰ کرتا۔ تو میں اُسے جہنم میں ڈالتا۔ اور پھر قرآن کہتا ہے کہ مسیح کو جو کچھ بزرگی ملی وہ بوجہ تابعداری حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ملی۔ کیونکہ مسیح کو آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود کی خبر دی گئی۔ اور مسیح آنجناب پر ایمان لایا۔ اور بوجہ اس ایمان کے مسیح نے نجات پائی۔ پس قرآن کے رو سے مسیح کے منجی پاک ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر قرآن مجید نے ایسے مسیح کی تصدیق کہاں کی۔ جو اپنے تئیں خدا ٹھہراتا ہے۔ بلکہ اس مسیح کی تصدیق کی جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ اور ایک عاجز بندہ کہلوایا۔ یہ سچ ہے کہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم سے جو خدا تعالےٰ کا ایک عاجز بندہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والا ہے۔ بعض معجزات بھی صادر ہوئے ہیں مگر کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا۔ کہ مسیح کی وہی تعلیم تھی۔ جس پر آپ لوگ اصرار کر رہے ہیں اور کیا اس سے یہ ثابت ہو جائیگا کہ جس ایمان کی طرف مسیح نے آپ کو بلایا تھا۔ وہ ایمان آپ کو حاصل ہے۔ اے عزیز ہرگز ثابت نہیں ہو گا۔ ہرگز ثابت نہیں ہو گا۔ جب تک مسیح کے قول کے موافق آپ میں ایمانداروں کی نشانیاں پائی نہ جائیں۔ اور اگر آپ قرآن کریم

کی اس تصدیق سے کچھ فایدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ کہ اس نے مسیح کو صاحب معجزہ قرار دیا ہے۔ اور اس کی تصدیق سے مسلمانوں پر اپنی حجت قایم کرنا چاہتے ہیں۔ تو اول لازم ہے کہ مسیح کی شرط کے موافق اپنے تئیں ایمان دار ثابت کریں مسیح تو ایک طور پر آپ لوگوں کو بے ایمان کہہ چکا گویا کہہ چکا۔ کہ ان لوگوں سے دور رہو۔ یہ مجھ میں سے نہیں ہیں۔ تو اس صورت میں آپ کو مسیح سے تعلق کیا۔ اور مسیح کو آپ سے کیا۔ اور آپ کو مسلمانوں سے بحث کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ جب تک کہ انجیل کے رو سے اپنے تئیں سچا مسیحی ثابت نہ کریں۔ مجھے یاد ہے تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ پادری ڈاکٹر وائیٹ بریخیٹ صاحب جو بٹالہ میں متعین ہیں ملاقات کیلئے معہ ایک دیسی عیسائی کے میرے مکان پر آئے تو میں نے کہا کہ پادری صاحب سچ کہیں کہ اس وقت کے عیسائی انجیل کے علامات کے رو سے سچے عیسائی کہلا سکتے ہیں۔ تو پادری صاحب کے منہ سے صاف یہی نکل گیا۔ کہ نہیں! پادری صاحب بٹالہ میں زندہ موجود ہیں دریافت کرلیں کہ آیا یہ میرا بیان صحیح ہے یا نہیں؟ پھر اگر قرآن نے مسیح کی تصدیق کی تو آپ لوگوں کو اس تصدیق سے کیا فایدہ جب تک انجیل کے علامات کے رو سے اپنے تئیں ایمان دار ثابت نہ کریں۔ اور یاد رکھیں کہ یہ ہرگز ممکن نہیں تمام باتیں آپ کی دروغ اور لاف ہے۔ انسان کا پرستار آسمان سے مدد نہیں پا سکتا۔ جواب سے جلدی مسرور فرماویں۔ اور بعض الفاظ اگر تلخ ہوں تو معاف فرماویں۔ کیونکہ راست گوئی کو تلخی لازم پڑی ہوی ہے۔

(خاکسار غلام احمد از قادیان ۱۳ جون ۱۸۹۳ء)

مکتوب نمبر (۳) (پادری فتح مسیح کے نام)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی۔ اما بعد واضح ہو کہ چونکہ پادری فتح مسیح متعین فتحگڈھ ضلع گورداسپور نے ہماری طرف ایک خط نہایت گندہ بھیجا۔ اور اس میں ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم پر زنا کی تہمت لگائی اور سوائے اس کے اور بہت سے الفاظ بطریق سب و شتم استعمال کئے اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اس کے خط کا جواب شایع کر دیا جاوے۔ لہذا جواب شایع کیا گیا۔ امید کہ پادری صاحبان اس کو غور سے پڑہیں۔ اور اس کے الفاظ سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ کیونکہ یہ تمام پیرایہ میاں فتح مسیح کے سخت الفاظ اور نہایت ناپاک گالیوں کا نتیجہ ہے۔ تاہم ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کی شان مقدس کا بہرحال لحاظ ہے۔ اور صرف فتح مسیح کے سخت الفاظ کے عوض میں ایک فرضی مسیح کا بالمقابل ذکر کیا گیا ہے۔ اور وہ بھی سخت مجبوری سے۔ کیونکہ اس نادان نے بہت ہی شدت سے گالیاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نکالی ہیں۔ اور ہمارا دل دکھایا ہے اور اب ہم اس کے خط کا جواب ذیل میں لکھتے ہیں۔ وہو ہذا

مشفقی پادری صاحب۔ بعد آداب اس وقت مجھے بہت کم فرصت ہے مگر میں نے جب آپ کا وہ خط دیکھا جو آپ نے اخویم مولوی عبد الکریم صاحب کے نام بھیجا تھا۔ مناسب سمجھا کہ اپنے اس رسالہ کی جو زیر تالیف ہے۔ خود ہی آپ کو بشارت دوں تا آپ کو زیادہ تکلیف اُٹھانیکی ضرورت نہ رہے پادری کبھی

یہ رسالہ ایسا ہوگا۔ کہ آپ بہت ہی خوش ہو جائیں گے۔ آپ کی ان مہربانیوں کی وجہ سے جو اب کے دفعہ آپ کے خط میں بہت ہی پائی جاتی ہیں۔ ہم نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ اس رسالہ کی وجہ ۔۔۔ اشاعت صرف آپ ہی کی درخواست قرار دیجا وے۔ کیونکہ جس مضمون کے لکھنے کیلئے اب ہم طیار ہیں۔ اگر آپ کا یہ خط نہ آیا ہوتا۔ جس میں جناب مقدس نبوی اور حضرت عائشہ صدیقہ اور سودہ کی نسبت آپ نے بدزبانی کی ہے۔ تو شاید وہ مضمون دیر کے بعد نکلتا۔ یہ آپ کی بڑی مہربانی ہوئی کہ آپ ہی محرک ہوگئے۔ امید ہے کہ دوسرے پادری صاحبان آپ پر بہت ہی خوش ہونگے اور کچھ تعجب نہیں کہ ہمارا رسالہ نکلنے کے بعد آپ کی کچھ ترقی بھی ہو جاوے۔ پادری صاحب ہمیں آپ کی حالت پر رونا آتا ہے کہ آپ زبان عربی سے تو بے نصیب تھے ہی۔ مگر وہ علوم جو دینیات سے کچھ تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے طبعی اور طبابت ان سے بھی آپ بے بہرہ ہی ثابت ہوئے۔ آپ نے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرکے نو برس کی رسم شادی کا ذکر لکھا ہے اول تو نو برس کا ذکر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی زبان سے ثابت نہیں اور نہ اس میں کوئی وحی ہوئی اور نہ اخبار متواترہ سے ثابت ہوا کہ ضرور نو برس ہی تھے۔ صرف ایک راوی سے منقول ہے۔ عرب کے لوگ تقویم نہیں رکھا کرتے تھے۔ کیونکہ امیّ تھے۔ اور دو تین برس کی کمی بیشی ان کی حالت پر نظر کرکے ایک عام بات ہے۔ جیسے کہ ہمارے ملک میں بھی اکثر ناخواندہ لوگ دو چار برس کے فرق کو اچھی طرح محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ پھر اگر فرض کے طور پر تسلیم بھی کریں کہ فی الواقع دن دن کا حساب کرکے نو برس ہی تھے۔ لیکن پھر بھی کوئی عقلمند اعتراض نہیں کرے گا۔ مگر احمق کا کوئی علاج نہیں۔ ہم آپ کو اپنے رسالہ میں ثابت کرکے دکھلا دیں گے کہ حال کے محقق ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ نو برس تک بھی لڑکیاں بالغ ہو سکتی ہیں۔ بلکہ سات برس تک بھی اولاد ہو سکتی ہے

اور بڑے بڑے مشاہدات سے ڈاکٹروں نے اس کو ثابت کیا ہے اور خود صدہا لوگوں کی یہ بات چشمدید ہے کہ اسی ملک میں آٹھ آٹھ نو نو برس کی لڑکیوں کے یہاں اولاد موجود ہے - مگر آپ پر تو کچھ بھی افسوس نہیں اور نہ کرنا چاہیئے - کیونکہ آپ صرف متعصب ہی نہیں بلکہ اول درجہ کے احمق بھی ہیں - آپ کو اب تک اتنی خبر بھی نہیں کہ گورنمنٹ کے قانون عوام کی درخواست کے موافق ان کی رسم اور سوسائٹی کی عام وضع کی بنا پر طیار ہوتے ہیں - ان میں فلاسفروں کی طرز پر تحقیقات نہیں ہوتی - اور جو بار بار آپ گورنمنٹ انگریزی کا ذکر کرتے ہیں - یہ بات بالکل سچ ہے کہ ہم گورنمنٹ انگریزی کے شکر گذار ہیں - اور اس کے خیر خواہ ہیں - اور جب تک زندہ ہیں رہیں گے مگر تاہم ہم اس کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے اور نہ اس کے قوانین کو حکیمانہ تحقیقاتوں پر مبنی سمجھتے ہیں بلکہ قوانین بنانیکا اصول رعایا کی کثرت رائے ہے - گورنمنٹ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی - تا وہ اپنے قوانین میں غلطی نہ کرے - اگر ایسے ہی قوانین محفوظ ہوتے تو ہمیشہ نئے نئے قانون کیوں بنتے رہتے - انگلستان میں لڑکیوں کی بلوغ کا زمانہ (۱۸) برس قرار دیا گیا ہے - اور گرم ملکوں میں تو لڑکیاں بہت جلد بالغ ہو جاتی ہیں - آپ اگر گورنمنٹ کے قوانین کو کالوحی من السماء سمجھتے ہیں کہ ان میں امکان غلطی نہیں تو ہمیں بواپسی ڈاک اطلاع دیں تا انجیل اور قانون کا تھوڑا سا مقابلہ کر کے آپ کی کچھ خدمت کیجائے غرض گورنمنٹ نے اب تک کوئی اشتہار نہیں دیا کہ ہمارے قوانین بھی توریت اور انجیل کیطرح خطا اور غلطی سے خالی ہیں - اگر آپ کو کوئی اشتہار پہنچا ہو تو اس کی ایک نقل ہمیں بھی بھیجدیں - پھر اگر گورنمنٹ کے قوانین خدا کی کتابوں کی طرح خطا سے خالی نہیں تو ان کا ذکر کرنا یا تو حمق کی وجہ سے ہے یا تعصب کے سبب سے مگر آپ معذور ہیں - اگر گورنمنٹ کو اپنے قانون پر اعتماد تھا تو کیوں ان ڈاکٹروں کو سزا نہیں دی - جنہوں نے حال میں یورپ میں بڑی تحقیقات سے نو برس بلکہ سات برس کو ہی بعض عورتوں کے بلوغ کا زمانہ قرار دیدیا ہے اور ۹ برس کی عمر کے متعلق آپ

اعتراض کر کے پھر توریت یا انجیل کا کوئی حوالہ نہ دے سکے۔ صرف گورنمنٹ کے قانون کا ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا توریت اور انجیل پر ایمان نہیں رہا۔ ورنہ نو برس کی حرمت یا تو توریت سے ثابت کرتے یا انجیل سے ثابت کرنی چاہیئے تھی پادری صاحب یہی تو دجل ہے کہ الہامی کتب کے مسایل میں آپ نے گورنمنٹ کے قانون کو پیش کر دیا۔ اگر آپ کے نزدیک گورنمنٹ کے قانون کی تمام باتیں خطا سے خالی ہیں اور الہامی کتابوں کیطرح بلکہ ان سے افضل ہیں۔ تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جن نبیوں نے خلاف قانون انگریزی کئی لاکھہ شیر خوار بچے قتل کئے اگر وہ اس وقت ہوتے تو گورنمنٹ ان سے کیا معاملہ کرتی۔ اگر وہ لوگ گورنمنٹ کے سامنے چالان ہو کر آتے جنہوں نے بیگانی کھیتوں کے خوشے توڑ کر کھالئے تھے تو گورنمنٹ ان کو اور ان کے اجازت دینے والے کو کیا کیا سزا دیتی۔ پھر میں پوچھتا ہوں۔ کہ وہ شخص جو انجیر کا پھل کھانے دوڑا تھا۔ اور انجیل سے ثابت ہے کہ وہ انجیر کا درخت اس کی ملکیت نہ تھا۔ بلکہ غیر کی ملک تھا۔ اگر وہ شخص گورنمنٹ کے سامنے یہ حرکت کرتا تو گورنمنٹ اس کو کیا سزا دیتی انجیل سے یہ بھی ثابت ہے کہ بہت سے سور جو بیگانہ مال تھے اور جن کی تعداد بقول پادری کلارک دو ہزار تھی۔ مسیح نے تلف کئے۔ اب آپ ہی بتلائیے ؟ تعزیرات کی رو سے اس کی سزا کیا ہے۔ بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے۔ جو اب ضرور لکھیں تا اور بہت سے سوال کئے جائیں۔

پادری صاحب آپ کا یہ خیال کہ نو برس کی لڑکی سے جماع کرنا زنا کے حکم میں ہے۔ سراسر غلط ہے۔ آپ کی ایمانداری یہ تھی کہ آپ انجیل سے اس کو ثابت کرتے۔ انجیل نے آپ کو دھکے دیئے اور وہاں ہاتھ نہ پڑا تو گورنمنٹ کے پیروں پر آپڑے یاد رکھیں کہ یہ گالیاں محض شیطانی تعصب سے ہیں جناب مقدس نبوی کی نسبت فسق و فجور کی تہمت لگانا یہ افترا شیطانوں کا کام ہے۔ ان دو مقدس نبیوں پر یعنی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح علیہ السلام پر

بعض بدذات اور خبیث لوگوں نے سخت افترا کئے ہیں۔ چنانچہ ان پلیدوں نے لعنۃ اللہ علیہم پہلے نبی کو زانی قرار دیا جیسا کہ آپ نے اور دوسرے کو ولدالزنا کہا جیسا کہ پلید طبع یہودیوں نے۔ آپ کو چاہیئے کہ ایسے اعتراضوں سے پرہیز کریں۔

اور یہ اعتراض کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم اپنی بیوی سودہ کو پیرانہ سالی کے سبب سے طلاق دینے کیلئے مستعد ہو گئے تھے۔ سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ اور جن لوگوں نے ایسی روائتیں کی ہیں۔ وہ اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ کہ کس شخص کے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا ارادہ ظاہر کیا۔ پس اصل حقیقت جیسا کہ کتب معتبرہ احادیث میں مذکور ہے یہ ہے کہ خود سودہ نے ہی اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے دل میں یہ خوف کیا کہ اب میری حالت قابل رغبت نہیں رہی ایسا نہ ہو کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بباعث طبعی کراہت کے جو تقاضا بشریت کو لازم ہے مجکو طلاق دیدیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی امر کراہت کا بھی اس نے اپنے دل میں سمجھ لیا ہو۔ اور اس سے طلاق کا اندیشہ دل میں جمگیا ہو۔ کیونکہ عورتوں کے مزاج میں ایسے معاملات میں وہم اور وسوسہ بہت ہؤا کرتا ہے۔ اس لئے اس نے خودبخود ہی عرض کر دیا کہ میں اس کے سوا کچھہ نہیں چاہتی کہ آپ کی ازواج میں میرا حشر ہو چنانچہ نیل الاوطار کے صفحہ ۱۴۰ میں یہ حدیث ہے :۔ قالت سودۃ بنت زمعۃ حین اسنّت وخافت ان یفارقھا رسول اللہ یا رسول اللہ وھبت یومی لعائشۃ فقبل ذٰلک منھا ورواہ ایضًا سعد وسعید ابن منصور والترمذی وعبد الرزاق قال الحافظ فی الفتح فتواردت ھذہ الروایات علی انّما خشیت الطلاق۔ یعنے سودہ بنت زمعہ کو جب اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے اس بات کا خوف ہؤا کہ اب شاید میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو جاؤں گی تو اُس نے کہا یا رسول اللہؐ میں نے اپنی نوبت عائشہ کو بخشدی

آپ نے اسکی یہ درخواست قبول فرمائی ابن سعد اور سعید بن منصور اور ترمذی اور عبدالرزاق نے بھی یہی روایت کی ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اسی پر روایتوں کا توارد ہے کہ سودہ کو آپ ہی طلاق کا اندیشہ ہوا تھا اب اس حدیث سے ظاہر ہے کہ در اصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی ارادہ ظاہر نہیں ہوا۔ بلکہ سودہ نے اپنی پیرانہ سالی کی حالت پر نظر کر کے خود ہی اپنے دل میں یہ خیال قایم کر لیا تھا۔ اور اگر ان روایات کے توارد اور تظاہر کو نظر انداز کر کے فرض بھی کر لیں کہ آنحضرت صلعم نے طبعی کراہت کے باعث سودہ کو پیرانہ سالی کی حالت میں پاکر طلاق کا ارادہ کیا تھا تو اس میں بھی کوئی برائی نہیں اور نہ یہ امر کسی اخلاقی حالت کے خلاف ہے کیونکہ جس امر پر عورت مرد کے تعلقات مخالطت موقوف ہیں۔ اگر اس میں کسی نوع سے کوئی ایسی روک پیدا ہو جائے کہ جس کے سبب سے مرد اس تعلق کے حقوق کی بجا آوری پر قادر نہ ہو سکے تو ایسی حالت میں اگر وہ بپابندی تقویٰ کے لحاظ سے کوئی کارروائی کرے تو عند العقل کچھ جائے اعتراض نہیں۔

پادری صاحب! آپ کا یہ سوال کہ اگر آج ایسا شخص جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھے گورنمنٹ انگریزی کے زمانہ میں ہوتے تو گورنمنٹ اس سے کیا کرتی؟ آپ کو واضح ہو کہ اگر وہ سید الکونین اس گورنمنٹ کے زمانہ میں ہوتے۔ تو یہ سعادتمند گورنمنٹ اُن کی کفش برداری اپنا فخر سمجھتی جیسا کہ قیصر روم صرف تصویر دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ آپ کی یہ نالیاقتی اور ناسعادتی ہے کہ اس گورنمنٹ پر ایسی بدظنی رکھتے ہیں کہ گویا وہ خدا کے مقدسوں کی دشمن ہے یہ گورنمنٹ اس زمانہ میں ادنے ادنے امیر مسلمانوں کی عزت کرتی ہے۔ دیکھو نصر اللہ خان جو اُس جناب کے غلاموں جیسا بھی درجہ نہیں رکھتا۔ ہماری قیصر ہند دام اقبالہا نے کیسی اُس کی عزت کی ہے۔ پھر وہ عالیجناب مقدس ذات جو اس دنیا میں ایسی وہ مرتبہ رکھتا تھا کہ بادشاہ اس کے قدموں پر گرتے تھے۔ اگر وہ اس وقت میں ہوتا تو بے شک یہ گورنمنٹ اسکی جناب سے خادمانہ اور متواضعانہ طور پر پیش آتی۔ آلہی گورنمنٹ کے آگے انسانی گورنمنٹوں کو بجز عجز و نیاز کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ کیا آپ کو

خبر نہیں کہ قیصر روم جو آنجناب کے وقت میں عیسائی بادشاہ اور اس گورنمنٹ سے اقبال میں کچھ کم نہ تھا۔ وہ کہتا ہے کہ اگر مجھے یہ سعادت حاصل ہو سکتی کہ میں اس عظیم الشان نبی کی صحبت میں رہ سکتا تو میں آپ کے پاؤں دھویا کرتا۔ سو جو قیصر روم نے کہا یقیناً یہ سعادت مند گورنمنٹ بھی یہی بات کہتی۔ بلکہ اس سے بڑھکر کہتی۔ اگر حضرت مسیح کی نسبت اس وقت کے کسی چھوٹے سے جاگیردار نے بھی یہ کلمہ کہا ہو جو قیصر روم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا جو آج تک نہایت صحیح تاریخ اور احادیث صحیحہ میں لکھا ہوا موجود ہے تو ہم آپ کو ابھی ہزار روپیہ نقد بطور انعام دیں گے۔ اگر آپ ثابت کر سکیں اور اگر آپ اس کا ثبوت نہ دے سکیں تو اس ذلیل زندگی سے آپ کے لئے مرنا بہتر ہے۔ کیونکہ ہم نے ثابت کر دیا کہ قیصر روم اس گورنمنٹ عالیہ کا ہمرتبہ تھا۔ بلکہ تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس کی طاقت کے برابر اور کوئی طاقت دنیا میں موجود نہ تھی۔ ہماری گورنمنٹ تو اس درجہ تک نہیں پہونچی۔ پھر جبکہ قیصر باوجود اس شہنشاہی کے آہ کھینچکر یہ بات کہتا ہے کہ اگر میں اس عالیجناب کی خدمت میں پہونچ سکتا تو آنجناب مقدس کے پاؤں دھویا کرتا۔ تو کیا یہ گورنمنٹ اُس سے کم حصہ لیتی؟ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ضرور یہ گورنمنٹ اس آسمانی بادشاہ سے منکر نہیں جسکی طاقتوں کے آگے انسان ایک مرے ہوئے کیڑے کی برابر نہیں اور ہم نے ایک معتبر ذریعے سے سنا ہے کہ ہماری قیصرہ ہند ادام اللہ اقبالہا در حقیقت اسلام سے محبت رکھتی ہے اور اس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعظیم ہے۔ چنانچہ ایک ذی علم مسلمان سے وہ اُردو بھی پڑھتی ہے۔ اُن کی ایسی تعریفوں کو سنکر میں نے اسلام کی طرف ایک خاص دعوت سے حضرت ملکہ معظمہ کو مخاطب کیا تھا۔ پس یہ نہایت غلطی ہے کہ آپ لوگ اس مراتب شناس گورنمنٹ کو بھی

ایک سفلہ اور کمینہ پادری کی طرح خیال کرتے ہیں۔ جن کو خدا ملک اور دولت دیتا ہے اُن کو زیرکی اور عقل بھی دیتا ہے۔ ہاں اگر یہ سوال پیش ہو کہ اگر کوئی ایسا شخص اس گورنمنٹ کے ملک میں یہہ غوغا مچا تا کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں تو گورنمنٹ اس کا تدارک کیا کرتی ؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہہ مہربان گورنمنٹ اُس کو کسی ڈاکٹر کے سپرد کرتی تا اس کے دماغ کی اصلاح ہو اس بڑے گھر میں محفوظ رکھتی۔ جس میں بمقام لاہور اس قسم کے بہت لوگ جمع ہیں۔

جب ہم حضرت مسیح اور جناب خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا اس بات میں بھی مقابلہ کرتے ہیں کہ موجودہ گورمنٹوں نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور کس قدر اُن کے ربانی رعب بالٰہی تائید نے اثر دکھایا تو ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح میں بمقابلہ جناب مقدس نبوی خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی خدائی تو کیا نبوت کی شان بھی پائی نہیں جاتی۔ جناب نبوی صلے علیہ وسلم کے جب بادشاہوں کے نام فرمان جاری ہوئے تو قیصر روم نے آہ کھینچکر کہا کہ میں تو عیسائیوں کے پیچ میں مبتلا ہوں۔ کاش اگر مجھے اس جگہ سے نکلنے کی گنجایش ہوتی۔ تو میں اپنا فخر سمجھتا کہ خدمت میں حاضر ہوجاؤں اور غلاموں کی طرح جناب مقدس کے پاؤں دہویا کروں مگر ایک خبیث اور پلید دل بادشاہ کسریٰ ایران کے فرمانروا نے غصہ میں آکر آپ کے پکڑنے کے لئے سپاہی بھیج دیئے وہ شام کے قریب پہونچے اور کہا کہ ہمیں گرفتاری کا حکم ہے۔ آپنے اس بیہودہ بات سے اعراض کرکے فرمایا تم اسلام قبول کرو۔ اسوقت آپ صرف دو چار اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے۔ مگر ربانی رُعب سے

وہ دونوں بید کی طرح کانپ رہے تھے۔ آخر انہوں نے کہا کہ ہمارے خداوند کے حکم یعنی گرفتاری کی نسبت جناب عالی کا کیا جواب ہے تو ہم جواب ہی لیجائیں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا کل تمہیں جواب ملیگا صبح کو جو وہ حاضر ہوئے تو آنجناب نے فرمایا کہ وہ جسے تم خداوند خداوند کہتے ہو وہ خداوند نہیں ہے خداوند وہ ہے جس پر موت اور فنا طاری نہیں ہوتی مگر تمہارا خداوند آج رات کو مارا گیا میرے سچے خداوند نے اسی کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا۔ سو وہ آج رات اس کے ہاتھ سے قتل ہو گیا اور یہی جواب ہے۔ یہ بڑا معجزہ تھا۔ اس کو دیکھکر اس ملک کے ہزارہا لوگ ایمان لائے کیونکہ اُسی رات درحقیقت خسرو پرویز یعنے کسریٰ مارا گیا تھا۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بیان انجیلوں کی بے سروپا اور بے اصل باتوں کی طرح نہیں بلکہ احادیث صحیحہ اور تاریخی ثبوت اور مخالفوں کے اقرار سے ثابت ہے چنانچہ ڈیلو نپورٹ صاحب نے بھی اس قصہ کو اپنی کتاب میں لکھا ہے لیکن اس وقت کے بادشاہوں کے سامنے حضرت مسیح کی جو عزت تھی وہ آپ پر پوشیدہ نہیں وہ اوراق شاید اب تک انجیل میں موجود ہوں گے جن میں لکھا ہے کہ ہیرودیس نے حضرت مسیح کو مجرموں کی طرح پلاطوس کی طرف چالان کیا اور وہ ایک مدت تک شاہی حوالات میں رہے کچھ بھی خدائی پیش نہیں گئی اور کسی بادشاہ نے یہ نہ کہا کہ میرا فخر ہوگا اگر میں اسکی خدمت میں رہوں۔ اور اس کے پاؤں دھویا کروں۔ بلکہ پلاطوس نے یہودیوں کے حوالے کر دیا کیا یہی خدائی تھی عجیب مقابلہ ہے۔ دو شخصوں کو ایک ہی قسم کے واقعات پیش آئے اور دونوں نتیجے میں ایک دوسرے سے بالکل ممتاز ثابت ہوئے ہیں ایک شخص کے گرفتار کرنیکو ایک متکبر جبار کا شیطان کے وسوسہ سے برانگیختہ ہونا اور خود آخر لعنت الٰہی میں گرفتار ہو کر اپنے بیٹے کے ہاتھ سے بڑی ذلت کے

بساتھ قتل کیا جانا۔ اور ایک دوسرا انسان جسے قطع نظر اپنے اصلی دعووں کے غلو کرنے والوں نے آسمان پر چڑھا رکھا ہے۔ سچ مچ گرفتار ہو جانا چالان کیا جانا۔ اور عجیب ہیئت کیساتھ ظالم پولیس کی حوالت میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کیا جانا۔ افسوس یہ عقل کی ترقی کا زمانہ اور ایسے بیہودہ عقاید۔ شرم! شرم! شرم!!!

اگر یہ کہو کہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ قیصر روم نے یہ تمنا کی کہ اگر میں جناب مقدس نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچ سکتا تو میں ایک ادنیٰ خادم بنکر پاؤں دہویا کرتا۔ اس کے جواب میں آپ کے لئے اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری کی عبارت لکھتا ہوں ذرا آنکھیں کہول کر پڑھو اور وہ یہ ہے

وقد کنت اعلم انہ خارج ولم اکن اظن انہ منکم فلو انی اعلم انی اخلص الیہ لتجشمت لقاءہ ولو کنت عندہ لغسلت عن قدمیہ یعنے یہ تو مجھے معلوم تہا کہ نبی آخر الزمان آنیوالا ہے۔ مگر مجھکو یہ خبر نہیں تھی کہ وہ تم میں سے ہے (اسے اہل عرب) پیدا ہوگا پس اگر میں اس کی خدمت میں پہونچ سکتا تو میں بہت ہی کوشش کرتا کہ اس کا دیدار مجھے نصیب ہو اور اگر میں اس کی خدمت میں ہوتا تو میں اس کے پاؤں دہویا کرتا۔ اب اگر کچھ غیرت اور شرم ہے تو مسیح کیلئے یہ تعظیم کسی بادشاہ کیطرف سے جو اس کے زمانہ میں تہا پیش کرو اور ایک نقد ہزار روپیہ ہم سے لو اور کچھ ضرورت نہیں کہ انجیل ہی سے بلکہ پیش کرو۔ اگرچہ کوئی نجاست میں پڑا ہوا ورق ہی پیش کردو۔ اور اگر کوئی بادشاہ یا امیر نہیں تو کوئی چھوٹا سا نواب ہی پیش کردو۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز ہرگز پیش نہ کر سکوگے۔ پس یہ عذاب بھی جہنم کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہ آپ ہی بات کو اٹھا کر پھر آپ ہی ملزم ہوگئے شاباش! شاباش! شاباش!

مسیح کا چال چلن کیا تہا۔ ایک کھاؤ پیو۔ شرابی۔ نہ زاہد

نہ عابد - نہ حق کا پرستار - متکبر - خود بین - خدائی کا دعویٰ کرنے والا - مگر اس سے پہلے اور بھی کئی خدائی کا دعویٰ کرنے والے گذر چکے ہیں - ایک مصر ہی میں موجود تھا - دعووں کو الگ کر کے کوئی اخلاقی حالت جو فی الحقیقت ثابت ہو ذرا پیش تو کرو تا حقیقت معلوم ہو کسی کی محض باتیں اس کے اخلاق میں داخل نہیں ہو سکتیں - آپ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ مرتد جو خود خونی اور اپنے کام سے سزا کے لایق ٹھیر چکے تھے بے رحمی سے قتل کیے گئے مگر آپ کو یاد نہ رہا کہ اسرائیلی نبیوں نے "تو بشیر خوار بچے" بھی قتل کیے ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں تک نوبت پہونچی - یا ان کی نبوت سے منکر ہو - یا وہ خدا کا حکم نہیں تھا یا موسیٰ کے وقت خدا اور تھا اور جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کوئی اور خدا تھا -

اے ظالم پادری کچھ شرم کر آخر مرنا ہے مسیح بیچارا تمہاری جگہہ جوابدہ نہیں ہو سکتا - اپنے کاموں سے تمہیں پکڑے جاؤ گے اس سے کوئی پرسش نہ ہو گی اے نادان تو اپنے بھائی کی آنکھہ میں تنکا دیکھتا ہے - اور اپنی آنکھہ کا شہتیر کیوں تجھے نظر نہیں آتا - تیری آنکھیں کیا ہوئیں جو تو اپنی آنکھوں کو دیکھہ نہیں سکتا -

زینب کے نکاح کا قصہ جو آپ نے زنا کے الزام سے ناحق پیش کر دیا - بجز اس کے کیا کہیں - کہ ع بدگہر از خطا خطا نکند - اے نالایق - متبنیٰ کی مطلقہ سے نکاح کرنا زنا نہیں صرف منہ کی بات سے نہ کوئی بیٹا بن سکتا ہے - اور نہ کوئی باپ بن سکتا ہے - اور نہ ماں بن سکتی ہے - مثلاً اگر کوئی عیسائی اپنی بیوی کو ماں کہدے تو کیا وہ اس پر حرام ہو جائیگی - اور طلاق واقع ہو جائیگی - بلکہ وہ بدستور اسی ماں سے مجامعت کرتا رہیگا پس جس شخص نے یہ کہا کہ طلاق بغیر زنا کے واقع ہو سکتی - اس نے خود قبول کر لیا کہ صرف اپنے منہ سے کسی کو ماں یا باپ یا بیٹا کہہ دینا کچھہ چیز نہیں ورنہ وہ ضرور کہدیتا کہ ماں کہنے سے

طلاق پڑجاتی ہے۔ مگر شاید کہ مسیح کو وہ عقل نہ تھی جو فتح مسیح کو ہے۔ اب تم پر فرض ہے کہ اس بات کا ثبوت انجیل میں سے دو کہ اپنی عورت کو ماں کہنے سے طلاق پڑجاتی ہے یا یہ کہ اپنے مسیح کو ناقص مان لو یا یہ ثبوت دو کہ بائیبل کے رو سے متبنیٰ فی الحقیقت بیٹا ہو جاتا اور بیٹے کیطرح وارث ہوجاتا ہے اور اگر کچھ ثبوت نہ دے سکو تو بجز اس کے اور کیا کہیں **لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن** **مسیح بھی تم پر لعنت کرتا ہے**۔ کیونکہ مسیح نے انجیل میں کسی جگہ نہیں کہا کہ اپنی عورت کو ماں کہنے سے اس پر طلاق پڑ جاتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ تینوں امر مشکل ہیں اگر صرف منہ کے کہنے سے ماں نہیں بن سکتی تو پھر بیٹا بھی نہیں بن سکتا۔ اور نہ باپ بن سکتا ہے۔ اب اگر کچھ حیا ہو تو **مسیح کی گواہی قبول کرلو یا اس کا کچھ جواب دو** اور یاد رکھو کہ ہرگز **نہیں دیسکوگے**۔ اگرچہ فکر کرتے کرتے مر بھی جاؤ۔ کیونکہ تم **کاذب ہو اور مسیح تم سے بیزار ہے**

اور آپ کا یہ شیطانی وسوسہ کہ خندق کھودنے کے وقت چاروں نمازیں قضا کی گئیں۔ اول آپ لوگوں کی علمیت تو یہ ہے کہ قضا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اے نادان قضا نماز ادا کرنے کو کہتے ہیں۔ ترک نماز کا نام قضا ہرگز نہیں ہوتا۔ اگر کسی کی نماز ترک ہو جاوے تو اس کا نام فوت ہے اسی لئے ہم نے **پانچہزار روپے کا اشتہار دیا تھا**۔ کہ ایسے بیوقوف بھی **اسلام** پر اعتراض کرتے ہیں۔ جنکو ابھی قضا کے معنی بھی معلوم نہیں۔ جو شخص لفظوں کو بھی اپنے محل پر استعمال نہیں کرسکتا۔ وہ نادان کب یہ لیاقت رکھتا ہے۔ کہ امور دقیقہ پر نکتہ چینی کرسکے۔ باقی رہا یہ کہ خندق کھودنے کے وقت چار نمازیں جمع کی گئیں۔ اس احمقانہ وسوسہ کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ دین میں حرج نہیں ہے۔ یعنی ایسی سختی نہیں جو انسان کی تباہی کا موجب ہو۔ اس لئے اس نے ضرورتوں کے وقت اور بلاؤں کی حالت میں نمازوں کے جمع کرنے اور قصر کرنیکا حکم دیا ہے

ؔ۱ اس کا جواب نہ ہوسکا اور فتح مسیح مرگیا (ایڈیٹر)

مگر اس مقام میں ہماری کسی معتبر حدیث میں چار جمع کرنیکا ذکر نہیں ۔ بلکہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ واقعہ صرف یہ ہؤا تھا کہ ایک نماز یعنی صلوٰۃ العصر معمول سے تنگ وقت میں ادا کی گئی ۔ اگر آپ اس وقت ہمارے سامنے ہوتے تو ہم ذرا آپ کو بٹھا کر پوچھتے کہ کیا یہ متفق علیہ روایت ہے ۔ کہ چار نمازیں فوت ہوگئی تھیں چار نمازیں تو خود شرع کے رو سے جمع ہو سکتی ہیں یعنے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا ۔ ہاں ایک روایت ضعیف میں ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا کو اکٹھی کر کے پڑھی گئیں تھیں ۔ لیکن دوسری صحیح حدیثیں اس کو رد کرتی ہیں ۔ اور صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ عصر تنگ وقت میں پڑھی گئی تھی ۔ آپ عربی علم سے محض بے نصیب اور سخت جاہل ہیں ذرا قادیان کی طرف آؤ اور ہمیں ملو ۔ تو پھر آپ کے آگے کتابیں رکھی جائیں گی تا جھوٹے مفتری کو کچھ سزا تو ہو ۔ ندامت کی سزا ہی سہی اگرچہ ایسے لوگ شرمندہ بھی نہیں ہؤا کرتے ۔

ہاں مسروقہ کو آپ کے مسیح کے روبرو بزرگ حواریوں کا کھانا یعنے بیگانے کھیتوں کی بالیاں توڑنا کیا یہ درست تھا ؟ اگر کسی جنگ میں کفار کے بلوے اور خطرناک حالت کے وقت نماز عصر تنگ وقت پر پڑھی گئی تو اس میں صرف یہ بات تھی کہ دو عبادتوں کے جمع ہونے کے وقت اس عبادت کو مقدم سمجھا گیا ۔ جس میں کفار کے خطرناک حملہ کی روک اور اپنے حقوق نفس اور قوم اور ملک کی جائز اور بجا محافظت تھی اور یہ تمام کارروائی اسی شخص کی تھی جو شریعت لایا اور یہ بالکل قرآن کریم کے منشاء کے مطابق تھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔ (یعنے نبی کی ہر ایک بات خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے ۔ نبی کا زمانہ نزول شریعت کا زمانہ ہوتا ہے ۔ اور شریعت وہی ٹھیر جاتی ہے جو نبی عمل کرتا ہے ۔ ورنہ جو جو کارروائیاں مسیح نے

توریت کے برخلاف کی ہیں۔ یہانتک کہ سبت کی بھی پرواہ نہ رکھی اور کھانے پر ہاتھ نہ دہوئے۔ وہ سب مسیح کو مجرم ٹھہراتے ہیں۔ ذرا توریت سے ان سب کا ثبوت تو دو۔ مسیح پطرس کو شیطان کہہ چکا تھا۔ پھر اپنی بات کیوں بھول گیا۔ اور شیطان کو حواریوں میں کیوں داخل رکھا۔

اور پھر آپ کا اعتراض ہے کہ بہت سی عورتوں اور لونڈیوں کو رکھنا یہ فسق وغیرہ ہے اے نادان! حضرت داؤد علیہ السلام نبی کی بیبیاں تجھکو یاد نہیں جس کی تعریف کتاب مقدس میں ہے۔ کیا وہ اخیر عمر تک حرامکاری کرتا رہا۔ کیا اسی حرامکاری کی یہ پاک ذریت ہے۔ جس پر تمہیں بھروسا ہے جس خدا نے اوریا کی بیوی کے بارہ میں داؤد پر عتاب کیا کیا؟ وہ داؤد کے اس جرم سے غافل رہا؟ جو مرتے دم تک اس سے سرزد ہوتا رہا۔ بلکہ خدا نے اس کی چھاتی گرم کرنے کو ایک اور لڑکی بھی اُسے دی۔ اور آپ کے خدا کی شہادت موجود ہے کہ داؤد اوریا کے قصہ کے سوا اپنے کاموں میں راستباز ہے کیا کوئی عقلمند قبول کرسکتا ہے کہ اگر کثرت ازدواج خدا کی نظر میں بُری تھی تو خدا اسرائیلی نبیوں کو جو کثرت ازدواج میں سب سے بڑھ کر نمونہ ہیں۔ ایک مرتبہ بھی اس فعل پر سرزنش نہ کرتا پس یہ سخت بے ایمانی ہے کہ جو بات خدا کے پہلے نبیوں میں موجود ہے اور خدا نے اُسے قابل اعتراض نہیں ٹھہرایا۔ اب شرارت اور خباثت سے جناب مقدس نبوی کی نسبت قابل اعتراض ٹھہرائی جاوے۔ افسوس یہ لوگ ایسے بیشرم ہیں کہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر ایک سے اوپر بیوی کرنا زناکاری ہے تو حضرت مسیح جو داؤد کی اولاد کہلاتے ہیں انکی پاک ولادت کی نسبت سخت شبہہ پیدا ہوگا اور کون ثابت کرسکیگا کہ ان کی بڑی نانی حضرت داؤد کی پہلی ہی بیوی تھی۔

پھر آپ حضرت عایشہ صدیقہ رض کا نام لیکر اعتراض کرتے ہیں کہ جناب مقدس نبوی صلعم کا بدن سے بدن لگانا اور زبان چوسنا خلاف شرع تھا اس ناپاک تعصب پر کہانتک روویں اے نادان! جو حلال اور جایز نکاح ہیں ان میں یہ سب باتیں جائز

ہمارا یہی اعتراض کیسا ہے۔ کیا تمہیں خبر نہیں کہ مردی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے۔ ہیجڑا ہونا کوئی اچھی صفت نہیں ہے جیسے بہرہ اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں ہاں! یہ اعتراض بہت بڑا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردانہ صفات کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے کبھی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے۔ اس لئے یورپ کی عورتیں نہایت قابل شرم آزادی سے فایدہ اٹھا کر اعتدال کے دائرہ سے ادہر اودہر نکل گئیں اور آخر ناگفتنی فسق وفجور تک نوبت پہونچی۔

اے نادان!

فطرت انسانی اور اس کے سچے پاک جذبات سے اپنی بیویوں سے پیار کرنا۔ اور حسن معاشرت کے ہر قسم جائز اسباب کو برتنا انسان کا طبعی اور اضطراری خاصہ ہے اسلام کے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اُسے برتا۔ اور اپنی جماعت کو نمونہ دیا۔ مسیح نے اپنے نقص تعلیم کی وجہ سے اپنے ملفوظات اور اعمال میں یہ کمی رکھدی۔ مگر چونکہ طبعی تقاضا تھا اس لئے یورپ اور عیسویت نے خود اس کے لئے ضوابط نکالے اب تم خود انصاف سے دیکھو کہ گندی سیاہ بدکاری اور ملک کا ملک رنڈیوں کا ناپاک جیکلہ بنجانا ہائیڈ پارکوں میں ہزاروں ہزار کا روز روشن میں کتوں اور کتیوں کیطرح اوپر تلے ہونا۔ اور آخر اس ناجایز آزادی سے تنگ آکر آہ وفغان کرنا اور برسوں دیوثوں اور سیاہ رو بیٹوں کے مصائب جھیل کر آخر میں مسودہ طلاق پاس کرانا یہ کس بات کا نتیجہ ہے؟ کیا اس مقدس مطہر۔ مزکی۔ نبی امی صلعم کی معاشرت کے اس نمونہ کا جسپر خباثت باطنی کی تحریک سے آپ معترض ہیں یہ نتیجہ ہے۔ اور ممالک اسلامیہ میں یہ تعفن اور زہریلی ہوا پھیلی ہوئی ہے یا ایک سخت ناقص نالایق کتاب پولوسی انجیل کی مخالف فطرت اور ادہوری تعلیم کا یہ اثر ہے؟

اب دوزانو ہو کر بیٹھو اور یوم الجزاء کی تصویر کھینچکر غور کرو۔

ہاں! **مسیح کی دادیوں اور نانیوں کی نسبت جو اعتراض ہے**
اسکا جواب بھی کبھی آپنے سوچا ہوگا؟ ہم تو سوچکر تھک گئے ابتک کوئی عمدہ جواب
خیال میں نہیں آیا۔ کیا ہی خوب خدا ہے۔ جس کی دادیاں اور نانیاں اس کمال کی ہیں۔
آپ یاد رکھیں کہ ہم بقول آپ کے **مرد میدان بنکر ہی رسالہ لکھیں گے!**
اور آپ کو دکھائیں گے کہ دساوس کی بیخکنی اسے کہتے ہیں۔ اس جاہل گمراہ کا شکست
دینا کونسی بڑی بات ہے۔ جو انسان کو خدا بناتا ہے۔ مگر آپ براہ مہربانی ان چند باتوں کا جو
میں نے دریافت کی ہیں ضرور جواب لکھیں۔ اور ان الفاظ سے ناراض نہ ہوں جو لکھے
گئے ہیں۔ کیونکہ الفاظ محل پر چسپاں ہیں۔ اور آپ کی شان کے شایاں ہیں۔ جبکہ لندن میں آپنے
باوجود بیعلمی اور جہالت کے آنحضرت صلعم پر جو سید المطہرین ہیں زنا کی تہمت لگائی

جو اس پلید اور جھوٹھ افترا کا یہی جواب تھا۔ جو آپ کو دیا گیا۔ ہم نے بہتیرا چاہا کہ آپ لوگ
بھلے مانس بنجائیں۔ اور گالیاں نہ دیا کریں مگر آپ لوگ نہیں مانتے۔ آپ ناحق اہل اسلام
کا دل دکھاتے ہیں۔ آپ نہیں جانتے کہ ہمارے نزدیک وہ نادان ہر ایک زناکار سے
بدتر ہے جو انسان کے پیٹ سے نکلکر خدا ہونے کا دعوی کرے۔ اگر آپ لوگ مسیح
کے خیر خواہ ہوتے تو ہم سے جناب مقدس نبوی کے ذکر میں بادب پیش آتے۔ ایک صحیح
حدیث میں ہے کہ تم اپنے باپ کو گالی مت دو۔ لوگوں نے عرض کی کہ کوئی باپ کو بھی گالی
دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں! جب تو کسی کے باپ کو ہی گالی دیگا۔ تو وہ ضرور تیرے
باپ کو بھی گالی دیگا۔ تب وہ گالی اس نے نہیں دی بلکہ تو نے دی ہے۔ اسی طرح آپ
لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے یسوع جھوٹے خدا کی بھی اچھی طرح ہتک ہو سکتی ہے الخ
ایک یہ خط بطور نوٹس کے آپ کو بھیجتے ہیں کہ اگر پھر ایسے ناپاک لفظ آپ نے استعمال کئے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ناپاک تہمت لگائی۔ تو ہم بھی آپ کے
فرضی اور جعلی خدا کی وہ خبر لیں گے جس سے اسکی تمام خدائی ذلت کی نجاست میں گریگی۔

اے **نالایق**! کیا تو اپنے خط میں سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو زناکی تہمت لگاتا ہے۔ اور فاسق فاجر قرار دیتا ہے۔ اور ہمارا دل دکھاتا ہے۔ ہم کسی عدالت کیطرف رجوع نہیں کرتے اور نہ کرینگے مگر آئندہ کیلئے سمجھاتے ہیں کہ ایسی ناپاک باتوں سے باز آجاؤ۔ اور خدا سے ڈرو جسکی طرف پھرنا ہے اور حضرت مسیح کو بھی گالیاں مت دو یقیناً جو کچھ تم جناب مقدس نبوی کی نسبت برا کہو گے وہی تمہارے فرضی مسیح کو کہا جائیگا۔ مگر ہم اس سچے مسیح کو مقدس اور بزرگ اور پاک جانتے اور مانتے ہیں جس نے نہ خدائی کا دعوی کیا نہ بیٹا ہونیکا۔ اور جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنیکی خبر دی اور ان پر ایمان لایا +

اشتہار نہیں تو نور افشاں میں چھپوادیں۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے کوئی قلمی تحریر آپ کی طرف نہیں بھیجی۔ بلکہ ہزار روپیہ کا اشتہار چھپوا کر بھیجا ہے۔ تو اس صورت میں طریق مقابلہ یہی ہے کہ جیسا کہ میں نے ایک دعویٰ کو چھاپ کر پبلک کے سامنے رکھہ دیا ہے اور ہر ایک کو نظر اور غور کرنیکا موقعہ دیا ہے۔ آپ بھی ویسا ہی کریں اور وہ عمدہ کتابیں جو آپ کی دانست میں اعتماد کے لایق ہیں اور اہل الرائے نے اُنپر کوئی جرح نہیں کیا۔ اور نہ ان مفتریات میں سے ٹھیرایا ہے۔ ان کا وہ مقام شایع کر دیں آپ کی اس سے بڑی نیکنامی ہوگی۔ کیونکہ جب کہ میں اس وسوسہ کے استیصال کیلئے جواب الجواب چھپوا دونگا اور پبلک کی نظر میں وہ نکما ثابت ہوگا تو گویا پبلک آپ کو ہزار روپیہ پانیکی ڈگری دیدیگی۔ اس صورت میں ہر ایک کی نظر میں آپ ہزار روپیہ پانیکے مستحق ٹھیر جاویں گے اور مجکو دینا پڑے گا اور نیز اس صورت میں یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپکی اس معرکہ کی فتح کے بعد کچھہ ترقی بھی ضرور ہوگی۔ کیونکہ جبکہ آپ یسوع صاحب کی عزت ثابت کریں گے۔ تو ضرور لوگ آپ کی عزت کریں گے۔ میری نظر میں تو سوا ئے حوالات میں رہنے اور چوتڑوں پر کوڑے کہانیکے انجیل سے اور کچھہ ثابت نہیں ہوتا۔ اگر اسی کا نام عزت ہے تو بے شک اُس وقت کے مخالف مذہب والیان ملک نے یسوع کی بڑی عزت کی۔ خیر اول اس خط کو جو میری طرف بھیجا ہے چھپوادیں اور جلد چھپوادیں اور ایک کاپی میرے نام بھیجدیں پھر آپ دیکھہ لیں گے کہ میں کیسی ان اسناد کی وقعت اور یسوع صاحب کی عزت ثابت کرتا ہوں اور آپ نے یہ بھی لکہا ہے کہ نور القرآن میں مجکو گالیاں دی ہیں۔ آپ یاد رکہیں۔ کہ گالیاں دینا اور توہین کرنا اور افترا کرنا وہ سب اس زمانہ کے پادری صاحبوں کے حصہ میں آگیا ہے۔ کونسی گالی ہے جو آپ لوگوں نے ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی۔ کونسی توہین ہے جو اس جناب کی آپ لوگوں نے نہیں کی۔ نہ ایک نہ دو بلکہ ہزاروں کتابیں آپ لوگوں کے ہاتھ سے ایسی نکلی ہیں۔ جو گالیوں سے بہری ہوئی ہیں۔ اگر وہی الفاظ آپ صاحبوں کے باپ یا ماں

یا یسوع کی نسبت استعمال کئے جائیں تو کیا آپ برداشت کر سکتے ہیں؟۔ ہمارے دلوں کو آپ لوگوں نے ایسا دکھایا جسکی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی یہ مردہ پرستی کی شامت ہے کہ آپ لوگوں کے دلوں سے راستبازی کا نور بالکل جاتا رہا۔ ہر ایک سوال شرارت کے ساتھ ملا کر بیان کیا جاتا ہے ہر ایک اعتراض میں افتراء کی ملونی سے رنگ دیا جاتا ہے۔ ہر ایک بات ٹھٹھے اور ہنسی سے مخلوط ہوتی ہے کیا یہ نیک انسانوں کا کام ہے۔ پھر جس حالت میں آپ اُس عالیجناب کی عزت نہیں کرتے۔ جس کو زمین و آسمان کے خالق نے عزت دے رکھی ہے اور جس کے آستانہ پر بچانوے کروڑ آدمی سر جھکاتے ہیں (نئی تحقیقات سے مسلمانوں کی تعداد ۹۵ کروڑ تمام روئے زمین پر ثابت ہوئی ہے) پھر آپ ہم سے کس عزت کو چاہتے ہیں۔ ہمنے بہتیرا چاہا کہ آپ لوگ تہذیب سے پیش آویں۔ تاہم بھی تہذیب سے پیش آویں۔ مگر آپ لوگ ایسا کرنا نہیں چاہتے۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ بعض اعتراضات کو آپ تہذیب اور نرمی سے پیش کر سکتے ہیں۔ ان کو آپ توہین اور تحقیر سے پیش کرتے ہیں۔ مثلاً زینب کے قصہ میں جو متبنٰی کی بیوی کو نکاح میں لانا آپ لوگوں کی نظر میں محل اعتراض ہے اور اس اعتراض کو دل دکھانے کیلئے توہین اور تحقیر کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ کے دل میں طلب حق اور زبان پر تہذیب ہو۔ تو اس طور سے اعتراض پیش کریں کہ ہماری توریت اور انجیل کی رو سے متبنٰی کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے اور توریت انجیل کے رو سے جس مرد کو بیٹا کہا جاوے یا عورت کو بیٹی کہا جائے۔ تو اس مرد کی بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ اور اس عورت کو نکاح میں لانا حرام ہو جاتا ہے۔ یا اگر نکاح میں ہو تو اس پر طلاق پڑ جاتی ہے۔ اور نیز فلاں فلاں عقلی دلیل سے ثابت ہے کہ متبنٰی اصل بیٹے کی مانند ہو جاتا ہے۔ مگر اسلام نے متبنٰی کی بیوی سے بعد طلاق نکاح جائز رکھا ہے۔ تو ایسے اعتراض سے کوئی مسلمان ناراض نہ ہو۔ یا مثلاً کثرت ازدواج پر آپ اعتراض کریں اور نرمی سے توریت اور انجیل کی آیات ثبوت میں لکھیں کہ صریح ان کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک سے زیادہ بیوی کرنا

حرام ہے اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ زنا کرتا ہے اور معقول طور سے بھی دوسری بیوی کی کوی ضرورت نہیں معلوم ہوئی تو اس اعتراض پر کون ناراض ہو سکتا ہو۔ اگر خدا تعالے آپ لوگوں کو یہ اخلاق نصیب کرے تو ہم بچوں کیطرح آپ لوگوں کو شفقت اور رحمت سے تعلیم دے سکتے ہیں۔ اور محبت اور خلق سے ہر ایک بات میں آپ کی تسلی کر سکتے ہیں۔ مگر آپ تو درندوں کیطرح ہم پر گرتے ہیں۔ پھر آخر ہم نہ جوش غصہ سے بلکہ تادیب کیلئے سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ہاں اگر آپ حقیقی خلق پرستنے اور درندگی کے چھوڑنے کے لئے طیار ہیں۔ تو ہم بھی محبت اور خلق لر حزنت کرنے کے لئے طیار ہیں۔ ورنہ آپ کی مرضی۔ یقیناً ایک وہ زمانہ تھا۔ جو بقول آپ کے یسوع مصلوب ہوا۔ اور اب وہ گھڑی بہت نزدیک ہے جو تثلیث مصلوب ہو جاوے گی۔ اور توریت کے مفہوم کے موافق لکڑی پر لٹکائی جاوے گی۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

از قادیان ضلع گورداسپور یکم فروری ۱۸۹۶ء۔ نور القرآن کا جواب جلد شائع کریں انہیں اعتراض کیلئے رجسٹری شدہ خط بھیجتا ہوں۔ (غلام احمد)

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

انجمن حمایت اسلام لاہور کے ذریعہ ایک عیسائی نے کچھ سوال اسلام پر کئے تھے انجمن نے ان سوالات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے پاس بھیجدیا۔ اور آقا و غلام نے ان سوالات کے جواب لکھ کر انجمن کو بھیجدیئے تھے۔

چونکہ وہ ایک عیسائی کے خط کا جواب بذریعہ ایک کھلے خط کے تھا اس لیے انہیں درج کردیا جاتا ہے۔ و باللہ التوفیق۔

(ایڈیٹر)

سوال اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوتے۔ تو اس وقت کے سوالوں کے جواب میں لاچار ہو کر یہ نہ کہتے کہ خدا کو معلوم۔ یعنی مجھ کو معلوم نہیں اور اصحاب کہف کی بابت ان کی تعداد میں غلط بیانی نہ کرتے اور یہ نہ کہتے کہ سورج چشمہ دلدل میں چھپتا ہے یا غرق ہوتا ہے۔ حالانکہ سورج زمین سے نوکروڑ گنا بڑا ہے وہ کسطرح دلدل میں چھپ سکتا ہے؟

جواب پوشیدہ نہ رہے کہ ان دونوں آیتوں سے معترض کا مدعا جو استدلال یہ نفی معجزات ہے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ برخلاف اس کے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ضرور ایسے معجزات ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں۔ کہ جو ایک صادق و کامل نبی سے ہونی چاہئیں۔ چنانچہ تصریح اس کی نیچے کے بیانات سے بخوبی ہو جائے گی۔

پہلی آیت جس کا ترجمہ معترض نے اپنے دعویٰ کی تائید کیلئے عبارات متعلقہ سے

نکر پیش کردیا ہے۔ مع اس ساتھ کی دوسری آیتوں کے جن سے مطلب کھلتا ہے یہ ہے وقالوا لولا انزل علیہ ایٰت من ربہ قل انما الاٰیٰت عند اللّٰہ وانما انا نذیر مبین ۔ اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتٰب یتلی علیھم ان فی ذٰلک لرحمۃ و ذکرٰی لقوم یؤمنون ۔ ویستعجلونک بالعذاب ولولا اجل مسمی لجاءھم العذاب ولیاتینھم بغتۃ وھم لا یشعرون ۔ یعنے کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اس پر نشانیاں کہ وہ نشانیاں جو تم مانگتے ہو یعنی عذاب کی نشانیاں وہ تو خدا تعالیٰ کے پاس اور خاص اس کے اختیار میں ہیں۔ اور میں تو صرف ڈرانیوالا ہوں یعنے میرا کام فقط یہ ہے کہ عذاب کے دن سے ڈراؤں نہ یہ کہ اپنی طرف سے عذاب نازل کروں اور پھر فرمایا کہ ان لوگوں کیلئے (جو اپنے پر کوئی عذاب کی نشانی وارد کرانی چاہتے ہیں یہ رحمت کی نشانی کافی نہیں۔ جو ہم نے تجھپر (اے رسول امّی) وہ کتاب (جو جامع کمالات ہے) نازل کی جو انپر پڑھی جاتی ہے۔ یعنی قرآن شریف جو ایک رحمت کا نشان ہے۔ جس سے درحقیقت وہی مطلب نکلتا ہے جو کفار عذاب کے نشانوں سے پورا کرنا چاہتے ہیں کیونکہ کفار مکہ اس غرض سے عذاب کا نشان مانگتے تھے کہ تا وہ انپر وارد ہو کر انہیں حق الیقین تک پہونچاوے۔ صرف دیکھنے کی چیز نہ رہے کیونکہ مجرد رویت کے نشانوں میں ان کو دھوکے کا احتمال تھا اور چشم بندی وغیرہ کا خیال سو اس وہم اور اضطراب کے دور کرنے کے لئے فرمایا کہ ایسا ہی نشان چاہتے ہو جو تمہارے وجودوں پر وارد ہو جاوے تو پھر عذاب کے نشان کی کیا حاجت ہے کیا اس مدعا کے حاصل کرنے کے لئے رحمت کا نشان کافی نہیں یعنے قرآن شریف جو تمہاری آنکھوں کو اپنے پر نور اور تیز شعاعوں سے خیرہ کر رہا ہے اور اپنی ذاتی خوبیاں اور اپنے حقایق اور معارف اور اپنی فوق العادت خواص اسقدر دکھلا رہا ہے۔ جس کے مقابلہ و معارضہ سے تم عاجز رہ گئے ہو اور تم پر اور تمہاری قوم پر ایک خارق عادت اثر ڈال رہا ہے * اور دلوں پر وارد ہو کر عجیب در عجیب تبدیلیاں دکھلا رہا ہے،

* یہ تمام خارق عادت خاصیتیں قرآن شریف کی جن کی رو سے وہ معجزہ کہلاتا ہے ان مفصلہ ذیل سورتوں میں بہ تفصیل ذیل لکھتے ہیں۔ سورۃ البقرۃ سورۃ آل عمران سورۃ النساء

مدتہائے دراز کے مردے اس سے زندہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور مادرزاد اندھے جو بے شمار پشتوں سے اندھے ہی چلے آتے تھے۔ آنکھیں کھول رہے ہیں۔ اور کفر اور الحاد کی طرح طرح کی بیماریاں اس سے اچھی ہوتی چلی جاتی ہیں اور تعصب کے سخت جزامی اس سے صاف ہوتے جاتے ہیں۔ اس سے نور ملتا ہے اور ظلمت دور ہوتی ہے اور وصل الٰہی میسر آتا ہے۔ اور اس کے علامات پیدا ہوتے ہیں۔ سو تم کیوں اس رحمت کے نشان کو چھوڑ کر جو ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہے عذاب اور موت کا نشان مانگتے ہو۔ پھر بعد اس کے فرمایا کہ یہ قوم تو جلدی سے عذاب ہی مانگتی ہے۔ رحمت کے نشانوں سے فایدہ اٹھانا نہیں چاہتی۔ اُن کو کہدے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ عذاب کی نشانیاں والبتہ باوقات ہوتی ہیں تو یہ عذابی نشانیاں بھی کب کی نازل ہوگئی ہوتیں اور عذاب ضرور آئے گا اور ایسے وقت میں آئے گا کہ ان کو خبر بھی نہیں ہوگی! اب انصاف سے دیکھو کہ اس آیت میں کہاں معجزات کا انکار پایا جاتا ہے۔ یہ آئتیں تو بآواز بلند

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سورۃ المائدہ۔ سورۃ الانعام۔ سورۃ الاعراف۔ سورۃ الانفال سورۃ التوبہ۔ سورۃ یونس۔ سورۃ ھود۔ سورۃ رعد۔ سورۃ ابراھیم۔ سورۃ الحجر۔ سورۃ واقعہ۔ سورۃ النمل۔ سورۃ الحج۔ سورۃ البینہ سورۃ المجادلہ۔ چنانچہ بطور نمونہ چند آیات یہ ہیں قال عزوجل

یھدی بہ اللّٰہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمٰت الی النور شفاءٌ لما فی الصدور انزل من السماء ماءً فاحیا بہ الارض بعد موتھا انزل من السماء ماءً فسالت اودیۃ بقدرھا۔ انزل من السماء ماءً فتصبح الارض مخضرۃ تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللّٰہ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ۔ قل نزلہ روح القدس من ربک لیثبت الذین اٰمنوا وھدی وبشرٰی للمسلمین۔ انا نحن نزلنا وانا لہ لحٰفظون۔ فیھا کتب قیمۃ قل لئن اجتمعت الانس والجن علٰی ان یاتوا بمثل ھذا القراٰ

پکار رہی ہیں کہ کفار نے ہلاکت اور عذاب کا نشان مانگا تھا۔ سو اول انہیں کہا گیا کہ دیکھو تم میں زندگی بخش نشان موجود ہے یعنے قرآن، جو تم پر وارد ہو کر تمہیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا بلکہ ہمیشہ کی حیات بخشتا ہے مگر جب عذاب کا نشان تم پر وارد ہوا تو وہ تمہیں ہلاک کریگا پس کیوں ناحق اپنا مرنا ہی چاہتے ہو۔ اور اگر تم عذاب ہی مانگتے ہو تو یاد رکھو کہ وہ بھی جلد آئیگا۔ پس اللہ جلشانہٗ نے ان آیات میں عذاب کے نشان کا وعدہ دیا ہے اور قرآن شریف میں جو رحمت کے نشان ہیں اور دلوں پر وارد ہو کر اپنا خارق عادت اثر انپر ظاہر کرتے ہیں ان کیطرف توجہ دلائی۔ یہ معترض کا یہ گمان کہ اس آیت میں لا نافیہ جنس معجزات کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ جس سے کل معجزات کی نفی لازم آتی ہے۔ محض حرف و نحو سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ نفی کا اثر اُسی حد تک محدود ہوتا ہے۔ جو متکلّم کے ارادہ میں متعین ہوتی ہے۔ خواہ وہ ارادہ تصریحًا بیان کیا گیا ہو یا اشارۃً۔ مثلاً کوئی کہے کہ اب سردی کا نام و نشان باقی نہیں رہا تو ظاہر ہے کہ اس نے اپنے بلدہ کی حالت موجودہ کے موافق کہا ہے اور گو اس نے بظاہر اپنے شہر کا نام بھی نہیں لیا مگر اس کے کلام سے یہ

(بقیہ حاشیہ) لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعضٍ ظھیرًا ۔ یعنے قرآن کے ذریعہ سے سلامتی کی راہوں کی ہدایت ملتی ہے اور لوگ نور کی طرف نکالے جاتے ہیں وہ ہر ایک اندرونی بیماری کو اچھا کرتا ہے۔ خدا نے ایک ایسا پانی اوتارا ہے جس نے ہر ایک وادی کو بقدر اپنی وسعت کے بہ نکلا ہے۔ ایسا پانی اوتارا جس سے گلی سڑی ہوئی زمین سرسبز ہو گئی۔ اس سے خدا کے خوف سے بندوں کی جلدیں کانپتی ہیں۔ پھر انکی جلدیں اور ان کے دل ذکر الٰہی کیلئے نرم ہو جاتے ہیں یاد رکھو کہ قرآن سے دل اطمینان پکڑتے ہیں جو لوگ قرآن کے تابع ہو جائیں اُن کے دلوں میں ایمان لکھا جاتا ہے اور روح القدس انہیں ملتا ہے۔ روح القدس نے ہی قرآن کو اتارا تا قرآن ایمانداروں کے دلوں کو مضبوط کرے۔ اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور بشارت کا نشان ہو۔ ہم نے قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یعنی کیا صورت کے لحاظ سے اور کیا خاصیت کے لحاظ سے ہمیشہ قرآن اپنی اصلی حالت پر رہیگا اور الٰہی حفاظت کا اس پر

کہنا کہ اس کا یہ دعوٰی ہے کہ کل کوہستانی ملکوں سے بھی سردی جاتی رہی اور سب جگہ اور تیز دھوپ پڑنے لگی اور اس کی دلیل پیش کرنا کہ جس لا کو اس نے استعمال کیا ہے وہ نفی جنس کا لا ہے جس کا تمام جہان پر اثر پڑنا چاہیئے درست نہیں۔ مکّہ کے مغلوب بت پرست جنہوں نے آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آنجناب کے معجزات کو معجزہ کر کے مان لیا۔ اور جو کفر کے زمانہ میں بھی صرف خشک منکر نہیں تھے۔ بلکہ روم اور ایران میں بھی جا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو متعجبانہ خیال سے ساحر مشہور کرتے تھے۔ اور گو بیجا پیرائیوں میں ہی سہی۔ مگر نشانوں کا اقرار کیا کرتے تھے جنکے اقرار قرآن شریف میں موجود ہیں وہ اپنے ضعیف اور کمزور کلام میں جو انوار ساطعہ نبوت محمدیہ کے نیچے دبے ہوئے تھے۔ کیوں لا نافیہ استعمال کرنے لگے۔ اگر ان کو ایسا ہی لمبا چوڑا انکار رہتا تو وہ بالآخر عین الیقین درجہ کے یقین سے جو انہوں نے اپنے خونوں کے بہانے اور اپنی جانوں کے فدا کرنے سے ثابت کر دیا تھا۔ مشرف باسلام کیوں ہو جاتے۔ اور کفر کے ایام میں جو اُن کے بار بار کلمات قرآن شریف میں مندرج ہیں وہ بھی ہیں کہ وہ اپنی کوتہ بینی کے دھوکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام ساحر رکھتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے وان یروا ایۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر یعنی جب کوئی نشان دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ پکّا جادو ہے۔ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے وعجبوا ان جاءھم منذر منھم وقال الکفرون ھذا ساحر کذاب یعنی انہوں نے اسبات سے تعجب کیا کہ انہیں میں سے ایک شخص اُن کی طرف بھیجا گیا اور بے ایمانوں نے کہا کہ یہ تو جادو گر کذاب ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جبکہ وہ نشانوں کو دیکھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو جادوگر کہتے تھے اور پھر اس کے بعد انہیں نشانوں کو معجزہ کر کے مان بھی لیا۔ اور جزیرہ کا جزیرہ مسلمان ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک معجزات کا ہمیشہ کیلئے سچے دل سے گواہ بنگیا۔ تو پھر ایسے لوگوں سے کیونکر ممکن ہے کہ وہ

(بقیہ حاشیہ) سایہ ہوگا پھر فرمایا کہ قرآن میں تمام معارف وحقایق وصداقتیں ہیں جو حقانی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اور اسکی مثل بنانے پر کوئی انسان و جن قادر نہیں اگرچہ اس کام کیلئے باہم ممد و معاون ہو جائیں۔ منہ ۱۲۔

عام طور پر نشانوں سے صاف منکر ہو جاتے۔ اور انکار معجزات میں ایسا کلا نافیہ استعمال کرتے جو اُن کی حد حوصلہ سے باہر اور اُنکی حد حوصلہ سے باہر اور اُنکی مسترائے سے بعید تہا بلکہ قرآن سے آفتاب کیطرح ظاہر ہے کہ جس جگہ پر قرآن شریف میں کفار کیطرف سے یہہ اعتراض لکھا گیا ہے کہ کیوں اس پیغمبر پر کوئی نشانی نہیں اُتری۔ ساتھ ہی یہ بہی بتلا دیا گیا ہے کہ اُن کا مطلب یہ ہے کہ جو نشانیاں ہم مانگتے ہیں۔ اُن ہی سے کوئی نشانی کیوں نہیں اُترتی

٭ اب قصہ کوتاہ یہ کہ آپ نے آیت متذکرہ بالا کے کلا نافیہ کو قرآن کی حد سے

٭ واضح ہو کہ قرآن شریف میں نشان مانگنے کے سوالات کفار کیطرف سے ایک دو جگہ نہیں بلکہ کئی مقامات میں یہی سوال کیا گیا ہے۔ اور اب سب مقامات کو بنظر یکجائی دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار مکہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تین قسم کے نشانات مانگا کرتے تہے۔

(۱) وہ نشان جو عذاب کی صورت میں فقط اپنے اقتراح سے کفار مکہ نے طلب کئے تہے

(۲) دوسرے وہ نشان جو عذاب کی صورت میں یا مقدمہ عذاب کی صورت میں پہلی اُمتوں پر وارد کئے گئے تہے۔

(۳) تیسرے وہ نشان جس سے پردہ غیبی بکلی اُٹھ جائے۔ جسکا اُٹھ جانا ایمان بالغیب کے بکلی برخلاف ہے۔ سو عذاب کے نشان ظاہر ہونے کے لئے جو سوال کئے گئے ہیں۔ ان کا جواب تو قرآن شریف میں بہی دیا گیا ہے کہ تم منتظر رہو عذاب نازل ہوگا۔ ہاں ایسی صورت کا عذاب نازل کرنے سے انکار کیا گیا ہے۔ جس کی پہلے تکذیب ہو چکی ہے تاہم عذاب نازل ہونے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جو آخر غزوات کے ذریعہ سے پورا ہو گیا۔ لیکن تیسری قسم کا نشان دکہلانے سے بکلی انکار کیا گیا ہے اور خود ظاہر ہے کہ ایسے سوال کا جواب انکار ہی نہ تہا۔ نہ اور کچہہ۔ کیونکہ کفار کہتے تہے کہ تب ہم ایمان لاویں گے کہ جب ہم ایسا نشان دیکہیں کہ زمین سے آسمان تک نردبان رکہی جائے اور تو ہمارے دیکہتے دیکہتے اس نردبان کے ذریعہ سے زمین سے آسمان پر چڑہ جائے اور فقط تیرا آسمان پر چڑہنا ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ جب تک آسمان سے ایک کتاب نہ لاوے جسکو ہم پڑہہ

زیادہ کفیتی پایا ہے۔ ایسا کا نافیہ عربوں کے کبھی خواب میں بھی نہیں آیا ہوگا۔ ان کے دل تو اسلام کی حقیقت سے بہرے ہوئے تھے۔ تبہی تو سب کے سب بجز معدودے چند کے جو اس عذاب کو پہونچ گئے تھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لیں اور پڑھیں بھی اپنے ہاتھ میں لے کر۔ یا تو ایسا کر کہ مکہ کی زمین میں جو ہمیشہ پانی کی تکلیف رہتی ہے۔ شام اور عراق کے ملک کی طرح نہریں جاری ہو جاویں اور جس قدر ابتدا دنیا سے آجتک ہمارے بزرگ مر چکے ہیں سب زندہ ہو کر آجائیں اور اس میں قصی بن کلاب بھی ہو کیونکہ وہ بڈھا ہمیشہ سچ بولتا تھا۔ اس سے ہم پوچھیں گے کہ تیرا دعوے حق ہے یا باطل۔ یہ سخت سخت خود تراشیدہ نشان تھے جو وہ مانگتے تھے۔ اور پھر بھی نہ صاف طور پر بلکہ شرط پر شرط لگا دینے جس کا ذکر جا بجا قرآن شریف میں آیا ہے۔ پس سمجھنے والے کے لئے خوب کے شریروں کی ایسی درخواستیں ہمارے سید و مولی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات ظاہرہ و آیات بینہ و رسولانہ ہیئت پر صاف صاف اور کھلی کھلی دلیل ہے خدا جانے ان دل کے اندھوں کو ہمارے مولیٰ و آقا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار صداقت نے کس درجہ تک عاجز و تنگ کر رکھا تھا۔ اور کیا کچھ آسمانی تائیدات و برکات کی بارشیں ہو رہی تھیں کہ جن سے خیرہ ہو کر اور جنگلی ہیبت سے منہ پھیر کر سراسر ٹالنے اور بھاگنے کی غرض سے ایسی دور از صواب درخواستیں پیش کرتے تھے ظاہر ہے کہ اس قسم کے معجزات کا دکھلانا ایمان بالغیب کی حد سے باہر ہے۔ یوں تو اللہ جلشانہٗ قادر ہے کہ زمین سے آسمان تک زینہ رکھ دیوے جس کو سب لوگ دیکھ لیویں اور وہ چار ہزار کیا دو کروڑ آدمیوں کو زندہ کر کے ان کے منہ سے ان کی اولاد کے سامنے صدق نبوت کی گواہی دلا دیوے۔ یہ سب کچھ وہ کر سکتا ہے۔ مگر ذرا سوچ کر دیکھو کہ اس انکشاف تام سے ایمان بالغیب جو مدار ثواب اور اجر ہے دور ہو جاتا ہے اور دنیا نمونہ محشر ہو جاتی ہے پس جس طرح قیامت کے میدان میں جو انکشاف تام کا وقت ہوگا۔ ایمان کام نہیں آتا اسی طرح ان انکشاف تام سے بھی ایمان لانا کچھ مفید نہیں۔ بلکہ ایمان اسی حد تک ایمان کہلاتا ہے کہ جب کچھ خفا بھی باقی ہے جب سارے پردے کھل گئے تو پھر ایمان ایمان

اور اس کا نافیہ سے بڑھ کر اور کونسا کا نافیہ ہوگا۔

پھر دوسری آیت کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں بھی سیاق و سباق کی آیتوں سے بالکل الگ کرکے اس پر اعتراض وارد کر دیا ہے۔ مگر اصل آیت اور اس کے متعلقات پر نظر ڈالنے سے ہر ایک منصف بصیر سمجھ سکتا ہے کہ آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جو انکار معجزات پر دلالت کرتا ہو۔ بلکہ تمام الفاظ صاف بتلا رہے ہیں۔ کہ ضرور معجزات ظہور میں آئے چنانچہ وہ آیت معہ اس کے دیگر آیات متعلقہ کے یہ ہے:۔ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ فرماتا ہے عزوجل کہ ہم قیامت سے پہلے ہر ایک بستی کو ہم نے ابھی ہلاک کرنا ہے یا عذاب شدید نازل کرنا ہے یہ کتاب میں مندرج ہو چکا ہے۔ مگر اس وقت ہم بعض ان گذشتہ قہری نشانوں کو (جو عذاب کی صورت میں پہلی امتوں پر نازل ہو چکے ہیں) اس لئے نہیں بھیجتے جو پہلی امت کے لوگ اسکی تکذیب کر چکے ہیں۔ چنانچہ ہم نے ثمود کو بطور نشان کے جو مقدمہ عذاب کا تھا۔ ناقہ دیا جو حق نما نشان تھا۔ جس پر انہوں نے ظلم کیا۔ یعنی وہی ناقہ جسکی بسیار خوری اور بسیار نوشی کی وجہ سے شہر حجر کے باشندوں کے لئے جو قوم ثمود میں تھے۔ پانی تالاب کے لئے کوئی چراگاہ رہی تھی اور ایک سخت تکلیف اور رنج اور بلا میں گرفتار ہوگئی تھی) اور قہری نشانوں کے نازل کرنے سے ہماری غرض یہی ہوتی ہے کہ لوگ ان سے ڈریں۔ یعنی قہری نشان تو صرف تخویف کیلئے دکھلائے جاتے ہیں۔ پس ایسے قہری نشانوں کے طلب کرنے سے کیا فائدہ جو پہلی امتوں نے دیکھکر انہیں جھٹلا دیا۔ اور ان کے دیکھنے سے کچھ بھی نفع

(بقیہ حاشیہ) نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے سارے نبی ایمان بالغیب کی رعایت سے معجزے دکھلاتے رہے ہیں کبھی کسی نبی نے ایسا نہیں کیا کہ ایک شہر کا شہر زندہ کرکے ان سے اپنی نبوت کی گواہی دلاوے یا آسمان تک نردبان رکھکر اور سب کے روبرو چڑھ کر تمام دنیا کو تماشا دکھلاوے ۔

وہراساں نہ ہوسکے۔
اس جگہ واضح ہو کہ نشان دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) نشان تخویف و تعذیب جنکو قہری نشان بھی کہہ سکتے ہیں۔ (۲) نشان تبشیر و تسکین جن کو نشان رحمت سے بھی موسوم کر سکتے ہیں۔ تخویف کے نشان سخت کافروں اور کجدلوں اور نافرمانوں اور بے ایمانوں اور فرعونی طبیعت والوں کیلئے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ تا وہ ڈریں اور خدا تعالیٰ کی قہری اور جلالی ہیبت ان کے دلوں پر طاری ہو اور تبشیر کے نشان اون حق کے طالبوں اور مخلص مومنوں اور سچائی کے متلاشیوں کیلئے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جو دل کی غربت اور فروتنی سے کامل یقین اور زیادت ایمان کے طلبگار اور تبشیر کے نشانوں سے ڈرانا اور دھمکانا مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے اُن مطیع بندوں کو مطمئن کرنا اور ایمانی اور یقینی حالات میں ترقی دینا اور ان کے مضطرب سینہ پر دست شفقت و تسلی رکھنا مقصود ہوتا ہے۔ سو مومن قرآن شریف کے وسیلہ سے ہمیشہ تبشیر کے نشان پاتا رہتا ہے۔ اور ایمان اور یقین میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ تبشیر کے نشانوں سے مومن کو تسلی ملتی ہے۔ اور وہ اضطراب جو فطرتاً انسان میں ہے جاتا رہتا ہے۔ اور سکینت دلپر نازل ہوتی ہے۔ مومن ببرکت اتباع کتاب اللہ اپنی عمر کے آخری دنتک تبشیر کے نشانوں کو پاتا رہتا ہے۔ اور تسکین اور آرام بخشنے والے نشان اس پر نازل ہوتے رہتے ہیں تا وہ یقین اور معرفت میں بے نہایت ترقیات کرتا جائے اور حق الیقین تک پہونچ جائے اور تبشیر کے نشانوں میں ایک لطف یہ ہوتا ہے کہ جیسے مومن ان کے نزول سے یقین اور معرفت اور قوت ایمان میں ترقی کرتا ہے ایسا ہی وہ بوجہ مشاہدہ آلاء و نعماء الٰہی و احسانات ظاہرہ و باطنہ و جلیہ و خفیہ حضرت باری عزاسمہٗ جو تبشیر کے نشانوں میں بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ محبت و عشق میں بھی دن بدن بڑھتا جاتا ہے سو حقیقت میں عظیم الشان اور قوی الاثر اور مبارک اور موصل الی المقصود تبشیر کے نشان ہی ہوتے ہیں جو سالک کو معرفت کاملہ اور محبت ذاتیہ کی اس مقام تک پہونچا دیتے ہیں جو اولیاء اللہ کے لئے منتہی المقامات ہے۔ اور قرآن شریف میں تبشیر کے نشانوں

کا بہت کچھ ذکر ہے۔ یہاں تک کہ اس نے اُن نشانوں کو محدود نہیں رکھا۔ بلکہ ایک دائمی وعدہ دیدیا ہے کہ قرآن شریف کے سچے متبع ہمیشہ ان نشانوں کو پاتے رہیں گے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ لا تبدیل لکلمٰت اللہ ذٰلک ھو الفوز العظیم۔ یعنی ایماندار لوگ دنیوی زندگی اور آخرت میں بھی تبشیر کے پاتے رہیں گے۔ جن کے ذریعے سے وہ دنیا اور آخرت میں معرفت اور محبت کے میدانوں میں ناپیدا کنار ترقیاں کرتے جائیں گے یہ خدا کی باتیں ہیں جو کبھی نہیں ٹلیں گی۔ اور تبشیر کے نشانوں کو پالینا یہی فوز عظیم ہے (یعنی یہی ایک امر ہے جو محبت اور معرفت کے منتہیٰ مقام تک پہونچا دیتا ہے)+

اب جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں جو معترض نے بصورت اعتراض پیش کی ہے صرف تخویف کے نشانوں کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ آیت وما نرسل بالاٰیٰت الا تخویفا سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کے کل نشانوں کو قہری نشانوں میں ہی محصور سمجھکر اس آیت کے یہ معنے کئے جائیں کہ ہم تمام نشانوں کو محض تخویف ہی کی غرض سے بھیجا کرتے ہیں اور کوئی دوسری غرض نہیں ہوتی۔ تو یہ معنی بہداہت باطل ہیں۔ جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے کہ نشان دو غرضوں سے بھیجے جاتے ہیں یا تخویف کی غرض سے یا تبشیر کی غرض سے انہیں دو قسموں کو قرآن شریف اور بائیبل بھی جابجا ظاہر کر رہی ہے۔ پس جبکہ نشان دو قسم کے ہوئے تو آیت ممدوح بالا میں جو لفظ آیات ہے (جس کے معنے وہ نشانات) بہرحال اسی تاویل پر بصحت منطبق ہوگا کہ نشانوں سے قہری نشان مراد ہیں کیونکہ اگر یہ معنی نہ لئے جائیں تو پھر اس سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام نشانات جو تحت قدرت الٰہی داخل ہیں۔ تخویف کے قسم میں ہی محصور ہیں حالانکہ فقط تخویف کی قسم میں ہی سارے نشانوں کا حصر سمجھنا سراسر خلاف واقعہ ہے کہ جو نہ کتاب اللہ کی رو سے اور نہ عقل کی رو سے اور نہ کسی پاک دل کے کانشنس کی رو سے درست ہو سکتا ہے+

اب چونکہ اس بات کا صاف فیصلہ ہو گیا کہ نشانوں کے دو قسموں میں سے صرف

تخویف کے نشانوں کا آیات موصوفہ بالا میں ذکر ہے تو یہ دوسرا امر تنقیح طلب باقی رہا
کہ کیا اس آیت کے (جو مامنعنا الخ ہے) یہ معنے سمجھنے چاہئیں کہ تخویف کا کوئی نشان خدا
تعالیٰ نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ظاہر نہیں کیا یا یہ سمجھنے چاہئیں کہ
تخویف کے نشانوں میں سے وہ نشان ظاہر نہیں کئے گئے جو پہلی امتوں کو دکھلائے
گئے تھے اور یا یہ تیسرے معنی قابل اعتبار ہیں کہ دونوں قسم کے تخویف کے نشان
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ظاہر ہوتے رہے۔ بجز ان خاص قسم کے بعض نشانوں
کے۔ جنکو پہلی امتوں نے دیکھ کر جھٹلا دیا تھا اور ان کو معجزہ نہیں سمجھا تھا۔
سو واضح ہو کہ آیات متنازعہ فیہا پر نظر ڈالنے سے بتمام تر صفائی کھل جاتا ہے کہ
پہلے اور دوسرے معنے کسی طرح درست نہیں۔ کیونکہ آیت ممدوحہ بالا کے یہہ
معنے لینا کہ تمام انواع و اقسام کے وہ تخویفی نشان جو ہم بھیج سکتے ہیں۔ اور تمام وہ
وراء الوراء تعذیبی نشان جن کے بھیجنے پر غیر محدود طور پر ہم قادر ہیں اس لئے ہمنے نہیں بھیجے
کہ پہلی امتیں اس کی تکذیب کر چکی ہیں۔ یہ معنے سراسر باطل ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ پہلی امتوں
نے انہیں نشانوں کی تکذیب کی جو انہوں نے دیکھے تھے۔ وجہ یہ کہ تکذیب کیلئے یہ ضرور ہے
کہ جس چیز کی تکذیب کیجائے۔ اول اس کا مشاہدہ بھی ہو جائے۔ جس نشان کو ابھی دیکھا ہی
نہیں اس کی تکذیب کیسی۔ حالانکہ نادیدہ نشانوں میں سے ایسے اعلیٰ درجہ کے نشان بھی
تحت قدرت باریتعالیٰ ہیں۔ جنکی کوئی انسان تکذیب نہ کر سکے اور سب گردنیں انکی طرف جھک
جائیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ ہر ایک رنگ کا نشان دکھلانے پر قادر ہے اور پھر چونکہ نشانہائے
قدرت باری تعالےٰ غیر محدود اور غیر متناہی ہیں۔ تو پھر یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ
محدود زمانہ میں وہ سب دیکھے بھی گئے۔ اور ان کی تکذیب بھی ہو گئی۔ وقت محدود میں تو وہی
چیز دیکھی جائے گی جو محدود ہو گی۔ بہر حال اس آیت کے یہی معنی صحیح ہوں گے کہ جو بعض
نشانات پہلے کفار دیکھ چکے تھے۔ اور ان کی تکذیب کر چکے تھے۔ ان کا دوبارہ بھیجنا عبث
سمجھا گیا۔ جیسا کہ قرینہ بھی انہیں معنوں پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے اس موقعہ پر جو ناقہ ثمود
کا خدا تعالےٰ نے ذکر کیا ہے وہ ذکر ایک بھاری قرینہ اسبات پر ہے کہ اس جگہ گذشتہ اور

رد کردہ نشانات کا ذکر ہے جو تخویف کے نشانوں میں سے ہیں اور یہی تیسرے معنے ہیں جو صحیح اور درست ہیں۔

پھر اس جگہ ایک اور بات منصفین کے سوچنے کے لایق ہے جس سے ادنیٰ پر ظاہر ہوگا کہ آیت وما منعنا ان نرسل بالاٰیٰت الخ سے ثبوت معجزات ہی پایا جاتا ہے نہ نفی معجزات کیونکہ الآیات کے لفظ پر جو الف لام واقعہ ہے وہ بموجب قواعد نحو کے دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا کل کے معنے دیگا یا خاص کے۔ اگر کل کے معنے دیگا تو یہ معنے کئے جائیں گے کہ ہمیں کل معجزات کے بھیجنے سے کوئی امر مانع نہیں ہوا مگر اگلوں کا ان کو جھٹلانا اور اگر خاص نشانیوں کے بھیجنے سے (جنہیں منکر طلب کرتے ہیں) کوئی امر مانع نہیں ہوا۔ مگر یہ کہ ان نشانیوں کو اگلوں نے جھٹلایا۔ بہرحال ان دونوں صورتوں میں نشانوں کا آنا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ معنے ہوں کہ ہم نے ساری نشانیاں بوجہ تکذیب امم گذشتہ نہیں بھیجیں۔ تو اس سے بعض نشانوں کا بھیجنا ثابت ہوتا ہے جیسے مثلاً اگر کوئی کہے کہ میں نے اپنا سارا مال زید کو نہیں دیا تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس نے کچھ حصہ اپنے مال کا زید کو ضرور دیا ہے اور اگر یہ معنے لیں کہ بعض خاص نشان ہم نے نہیں بھیجے تو بھی بعض دیگر کا بھیجنا ثابت ہے۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ بعض خاص چیزیں میں نے زید کو نہیں دیں تو اس سے صاف پایا جائیگا کہ بعض دیگر ضروری ہیں۔ بہرحال جو شخص اول اس آیت کے سیاق و سباق کی آیتوں کو دیکھے۔ کہ کیسی وہ دونوں طرف کے عذاب کے نشانوں کا قصہ بتلا رہی ہیں۔ اور پھر ایک دوسری نظر اٹھاوے اور خیال کرے کہ کیا یہ معنے صحیح اور قرین قیاس ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کے تمام نشانوں اور عجایب کاموں کی جو اس کی بے انتہا قدرت سے وقتاً فوقتاً پیدا ہونے والے اور غیر محدود ہیں پہلے لوگ اپنے محدود زمانہ میں تکذیب کر چکے ہیں۔ اور پھر ایک تیسری نظر منصفانہ سے کام لیکر سوچے کہ کیا اس جگہ تخویف کے نشانوں کا ایک خاص بیان ہے یا تبشیر اور رحمت کے نشانوں کا بھی کچھ ذکر ہے۔ اور پھر ذرا چوتھی نگاہ الآیات کے الف لام پر بھی ڈال دیوے کہ وہ کن معنوں کا افادہ کر رہا ہے تو اس چار طور کی نظر

گے بعد بجز اس کے کہ کوئی متعصب کے باعث حق پسندی سے بہت دور جا پڑا ہو ہر ایک شخص اپنے اندر سے نہ ایک شہادت بلکہ ہزاروں شہادتیں پائیگا کہ اس جگہ نفی کا حرف صرف نشانوں کے ایک قسم خاص کی نفی کے لئے آیا ہے۔ جس کا دوسرے اقسام پر کچھ اثر نہیں۔ بلکہ اس سے انکا متحقق الوجود ہونا ثابت ہو رہا ہے اور ان آیات میں نہایت صفائی سے اللہ جلشانہٗ بتلا رہا ہے کہ اس وقت تخویفی نشان جن کی یہ لوگ درخواست کرتے ہیں۔ صرف اس وجہ سے نہیں بھیجے گئے کہ پہلی آیتیں ان کی تکذیب کر چکی ہیں۔ سو جو نشان پہلے رد کئے گئے۔ اب بار بار انہیں کو نازل کرنا کمزوری کی نشانی ہے۔ اور غیر محدود قدرتوں والے کی شان سے بعید۔ پس ان آیات میں یہ صاف اشارہ ہے کہ عذاب کے نشان ضرور نازل ہوں گے۔ مگر اور رنگوں میں یہ کیا ضرور ہے کہ وہی نشان حضرت موسیٰؑ کے یا وہی نشان حضرت نوحؑ اور قوم لوطؑ اور عادؑ اور ثمودؑ کے ظاہر کئے جائیں۔ چنانچہ ان آیات کی تفصیل دوسری آیات میں زیادہ تر کیگئی ہے جیساکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے ۔ وان یروا کل اٰیۃ لا یؤمنوا بھا حتّٰی اذا جاءوک یجادلونک واذا جاءتھم اٰیۃ قالوا لن نؤمن حتّٰی نؤتٰی مثل ما اوتی رسل اللّٰہ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہٗ قل انی علٰی بینۃ من ربی وکذّبتم بہٖ ما عندی ما تستعجلون بہٖ ان الحکم الا للّٰہ یقص الحق وھو خیر الفاصلین ۔ قد جاءکم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہٖ ومن عمی فعلیھا وما انا علیکم بحفیظ ۔ ویستعجلونک بالعذاب ۔ قل ھو القادر علٰی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض ۔ قل الحمد للّٰہ سیریکم اٰیاتہٖ فتعرفونھا قل لکم میعاد یوم لا تستاخرون ساعۃ ولا تستقدمون ویستنبئونک احق ھو قل ای وربی انہ الحق وما انتم بمعجزین ۔ سنریھم اٰیاتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حتّٰی یتبین لھم انہ الحق خلق الانسان من عجل ساریکم اٰیاتی فلا تستعجلون ۔ یعنے یہ تمام لوگ نشانوں کو دیکھ ایمان نہیں لاتے۔

پھر جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھ سے لڑتے ہیں اور جب کوئی نشان پاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم کبھی نہیں مانیں گے۔ جب تک ہمیں خود ہی وہ باتیں حاصل نہ ہوں۔ جو رسولوں کو ملتی ہیں۔ کہ میں کامل ثبوت لیکر اپنے رب کی طرف ... سے آیا ہوں۔ اور تم اس ثبوت کو دیکھتے ہو اور پھر تکذیب کر رہے ہو جس چیز کو تم جلدی سے مانگتے ہو (یعنی عذاب) وہ تو میرے اختیار میں نہیں۔ حکم آخیر صادر کرنا تو خدا ہی کا منصب ہے۔ وہی حق کو کھول دیگا اور وہی خیر الفاصلین ہے۔ جو ایک دن میرا اور تمہارا فیصلہ کردیگا خدا نے میری رسالت پر روشن نشان تمہیں دیئے ہیں۔ سو جو ان کو شناخت کرے اس نے اپنے نفس کو فایدہ پہونچایا۔ اور جو اندھا ہو جاتے اس کا وبال بھی اسی پر ہے میں تم پر نگہبان نہیں۔ اور تجھ سے عذاب کیلئے جلدی کرتے ہیں۔ کہہ وہی پروردگار اس بات پر قادر ہے کہ اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب تم پر بھیجے اور چاہے تو تمہیں دو فریق بنا کر ایک فریق کی لڑائی کا دوسرے کو مزا چکھاوے اور کہہ سب غیب بیان اللہ کے لئے ہیں۔ وہ تمہیں ایسے نشان دکھلائے گا۔ جنہیں تم شناخت کرلوگے اور کہہ تمہارے لئے ٹھیک ٹھیک ایک برس کی میعاد ہے ✻ نہ اس سے تم تاخیر کرسکوگے نہ تقدیم۔ اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سچ بات۔ کہہ ہاں مجھے قسم ہے اپنے رب کی کہ یہ سچ ہے اور تم خدا تعالیٰ کو اس کے وعدوں سے روک نہیں سکتے ہم عنقریب ان کو اپنے نشان دکھلائیں گے ان کے ملک کے اردگرد میں اور خود ان میں بھی یہانتک کہ اُن پر کھلجائیگا کہ یہ نبی سچا ہے۔ انسان کی فطرت میں جلدی ہے میں عنقریب تمہیں اپنے نشان دکھلاؤں گا۔ سو تم مجھ سے تو جلدی مت کرو۔

اب دیکھو کہ ان آیات میں نشان مطلوبہ کے دکھلانے کے بارے میں کیسے صاف اور پختہ وعدے دیئے گئے ہیں۔ یہانتک کہ یہ بھی کہا گیا کہ ایسے کھلے کھلے نشانات دکھلائے جائیں گے کہ تم ان کو شناخت کرلوگے اور اگر کوئی کہے کہ یہ تو ہم نے مانا کہ عذاب

✻ یوم سے مراد اس جگہ برس ہے۔ چنانچہ بائیبل میں بھی یہ محاورہ پایا جاتا ہے سو پورے برس کے بعد بدر کی لڑائی کا عذاب مکہ والوں پر نازل ہوا۔ جو پہلی لڑائی تھی۔

کے نشانوں کے بارے میں جابجا قرآن شریف میں وعدے دیئے گئے ہیں کہ وہ ضرور کسی دن دکھلائے جائیں گے۔ اور یہ بھی ہم نے تسلیم کیا کہ وہ سب وعدے اس زمانہ میں پورے بھی ہوگئے کہ جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنی خداوندی قدرت دکھلا کر مسلمانوں کی کمزوری اور ناتوانی کو دور کردیا اور معدودے چند سے ہزارہا تک انکی نوبت پہنچا دی اور ان کے ذریعہ سے ان تمام کفار کو تہ تیغ کیا۔ جو مکہ میں اپنی سرکشی اور جور و جفا کے زمانہ میں نہایت تکبر سے عذاب کا نشان مانگا کرتے تھے۔ لیکن اس بات کا ثبوت قرآن شریف میں کہاں ملتا ہے کہ بجز ان نشانوں کے اور ہی نشان آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے تھے سو واضح ہو کہ نشانوں کے دکھلانے کا ذکر قرآن شریف میں جابجا آیا ہے۔ بعض جگہ اپنے پہلے نشانوں کا حوالہ بھی دیا ہے۔ دیکھو آیت کما لم یؤمنوا بہ اول مرۃ الجزو نمبر سورۃ انعام۔ بعض جگہ کفار کی ناانصافی کا ذکر کرکے ان کا اس طور کا اقرار درج کیا ہے کہ وہ نشانوں کو دیکھ کر کہتے ہیں۔ کہ وہ جادو ہے۔ دیکھو آیت وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر الجزو نمبر ۲۷ سورۃ القمر۔ بعض جگہ جو نشانوں کے دیکھنے کا صاف اقرار منکرین نے کردیا ہے۔ وہ شہادتیں ان کی پیش کی ہیں۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینٰت یعنے انہوں نے رسول کے حق ہونے پر گواہی دی اور کھلے کھلے نشان ان کو پہنچ گئے۔ اور بعض جگہ بعض معجزات کو بتصریح بیان کردیا ہے۔ جیسے معجزہ شق القمر جو ایک عظیم الشان معجزہ اور خدائی قدرت کا ایک کامل نمونہ ہے۔ جسکی تصریح ہم نے کتاب سرمہ چشم آریہ میں بخوبی کردی ہے۔ جو شخص مفصل دیکھنا چاہے اس میں دیکھ سکتا ہے۔ اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جو لوگ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خود تراشیدہ نشان مانگا کرتے تھے۔ اکثر وہی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نشانوں کے آخر کار گواہ بھی بن گئے تھے۔ کیونکہ آخر وہی لوگ تو تھے جنہوں نے مشرف باسلام ہو کر دین اسلام کو مشارق و مغارب میں پھیلایا۔ اور نیز معجزات اور پیشگوئیوں کے بارے میں کتب حدیث میں اپنی روئیت کی شہادتیں قلمبند کرائیں۔ میں اس زمانہ میں ایک عجیب طرز ہے کہ ان بزرگان دین کے اس زمانہ جاہلیت

کے انکاروں کو بار بار پیش کرتے ہیں۔ جن سے بالآخر خود وہ دست کش اور تائب ہو گئے تھے لیکن اُن کی اُن شہادتوں کو نہیں مانتے جو راہ راست پر آنے کے بعد انہوں نے پیش کی ہیں۔ ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو چاروں طرف سے چمک رہے ہیں وہ کیونکر چھپ سکتے ہیں صرف معجزات جو صحابہ کی شہادتوں سے ثابت ہیں۔ وہ تین ہزار معجزہ ہے اور پیش گوئیاں تو شاید دس ہزار سے بھی زیادہ ہوں گی جو اپنے وقتوں پر پوری ہو گئیں اور ہوتی جاتی ہیں۔ ماسوائے اس کے بعض معجزات و پیشگوئیاں قرآن شریف کی ایسی ہیں کہ وہ ہمارے لئے جو اس زمانہ میں ہیں مشہود و محسوس کا حکم رکھتی ہیں۔ اور کوئی ان سے انکار نہیں کر سکتا چنانچہ وہ یہ ہیں:۔

(۱) عذابی نشان کا معجزہ جو اس وقت کے کفار کو دکھلایا گیا تھا۔ یہ ہمارے لئے بھی فی الحقیقت ایسا ہی نشان ہے۔ جسکو چشمدید کہنا چاہیئے۔ وجہ کہ یہ نہایت یقینی مقدمات کا ایک ضروری نتیجہ ہے۔ جس سے کوئی موافق اور مخالف کسی صورت سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ مقدمہ جو بطور بنیاد معجزہ کے ہے نہایت بدیہی اور مسلم الثبوت ہے کہ یہ عذابی نشان اس وقت مانگا گیا تھا۔ کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور چند رفیق آنجناب کہ مکہ میں دعوت حق کی سے خود صدہا تکالیف اور دردوں اور دکھوں میں مبتلا تھے۔ اور وہ ایام دین اسلام کے لئے ایسے ضعف اور کمزوری کے دن تھے کہ خود کفار مکہ ہنسی اور ٹھٹھہ کی راہ سے مسلمانوں کو کہا کرتے تھے کہ اگر تم حق پر ہو تو اس قدر عذاب اور مصیبت اور دکھ اور درد ہمارے ہاتھ سے کیوں تمہیں پہنچ رہا ہے اور وہ خدا جسپر تم بھروسہ کرتے ہو وہ کیوں تمہاری مدد نہیں کرتا اور کیوں تم کو ایک ایک قدر قلیل جماعت جو عنقریب نابود ہونے والی ہے اور اگر تم سچے ہو تو کیوں ہم پر عذاب نازل نہیں ہوتا ان سوالات کے جواب میں جو کچھ کفار کو قرآن شریف کے متفرق مقامات میں ایسے زمانہ تنگی و تکالیف میں کہا گیا وہ دوسرا مقدمہ اس پیش گوئی کی عظمت شان سمجھنے کیلئے ہے۔ کیونکہ وہ زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضہ پر ایسا نازک زمانہ تھا کہ ہر وقت اپنی جان کا اندیشہ تھا اور چاروں طرف ناکامی منہ دکھلا رہی تھی

سو ایسے زمانہ میں کفار کو اُن سے عذابی نشان مانگنے کے وقت صاف صاف طور پر یہ کہا گیا تھا کہ عنقریب تمہیں اسلام کی فتحمندی اور تمہارے سزایاب ہونیکا نشان دکھلایا جائیگا اور اسلام جو اَب ایک تخم کیطرح نظر آتا ہے۔ کسی دن ایک بزرگ درخت کی مانند اپنے تئیں ظاہر کرے گا۔ اور وہ جو عذاب کا نشان مانگتے ہیں۔ وہ تلوار کی دہار سے قتل کئے جائیں گے اور تمام جزیرہ عرب کفر اور کافروں سے صاف کیا جائیگا۔ اور تمام کی حکومت مومنوں کے ہاتھ میں آجائیگی اور خدا تعالیٰ دین اسلام کو عرب کے ملک میں ایسے طور سے جمادیگا کہ پھر بت پرستی کبھی پیدا نہیں ہوگی۔ اور حالت موجودہ جو خوف کی حالت ہے بکلی امن کیساتھ بدل جائیگی۔ اور اسلام قوت پکڑے گا اور غالب ہوتا چلا جائیگا۔ یہاں تک کہ دوسرے ملکوں پر اپنی نصرت اور فتح کا سایہ ڈالے گا۔ اور دور دور تک اسکی فتوحات پھیل جائینگی اور ایک بڑی بادشاہت قائم ہوجاوے گی جس کا آخیر دنیا تک زوال نہیں ہوگا +

اب جو شخص پہلے ان دونوں مقدمات پر نظر ڈال کر معلوم کریوے کہ وہ زمانہ جس میں یہ پیشگوئی کی گئی اسلام کے لئے کیسی تنگی اور ناکامی اور مصیبت کا زمانہ تھا۔ اور جو پیشگوئی کی گئی وہ کسقدر حالت موجودہ سے مخالف اور خیال اور قیاس سے نہایت بعید بلکہ صریح محالات عادیہ سے نظر آتی تھی۔ پھر بعد اس کے اسلام کی تاریخ جو دشمنوں اور دوستوں کے ہاتھ میں موجود ہے۔ ایک منصفانہ نظر ڈالے کہ کیسی صفائی سے یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اور کسقدر دلوں پر ہیبت ناک اثر اس کا پڑا اور کیسے مشارق اور مغارب میں تمامتر قوت اور طاقت کیساتھ اس کا ظہور ہوا۔ تو اس پیشگوئی کو یقینی اور قطعی طور پر حیثیت بدیہہ معجزہ قرار دیگا جس میں اس کو کوئی شک شبہ نہ ہوگا +

پھر دوسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہمارے لئے حکم مشہود محسوس کا رکھتا ہے۔ وہ عجیب وغریب تبدیلیاں ہیں۔ جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہ برکت

پیروی قرآن شریف واز صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں آئیں۔ جب
ہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ مشرف باسلام ہونے سے پہلے کیسے اور کس طریق
اور عادت کے آدمی تھے اور پھر بعد شرف صحبت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و
اتباع قرآن شریف کس رنگ میں آ گئے۔ اور کیسے اخلاق میں عقاید میں چلن میں گفتار
میں رفتار میں کردار میں اور اپنی جمیع عادات میں خبیث حالت سے منتقل ہو کر نہایت
طیب اور پاک حالت میں داخل کئے گئے۔ تو ہمیں اس تاثیر عظیم کو دیکھ کر جس نے
ان کے زنگ خوردہ وجودوں کو ایک عجیب تازگی اور روشنی اور چمک بخش دی تھی۔
اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ تصرف ایک خارق عادت تصرف تھا۔ جو خاص خدا تعالیٰ
کے ہاتھ نے کیا۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ان کو مردہ پایا۔ اور
زندہ کیا۔ اور جہنم کے گڑھے میں گرتے دیکھا تو ہولناک حالت سے چھڑایا۔ بیمار پایا اور
اُسے اچھا کیا۔ اندھیرے میں پایا انہیں روشنی بخشی اور خدا تعالیٰ نے اس اعجاز کے
دکھلانے کے لئے قرآن شریف میں ایک طرف عرب کے لوگوں کی وہ خراب حالتیں
لکھی ہیں جو اسلام سے پہلے وہ رکھتے تھے۔ اور دوسری طرف ان لوگوں کے وہ پاک
حالات بیان فرمائے ہیں جو اسلام لانے کے بعد ان میں پیدا ہو گئے تھے۔ کہ تا جو
شخص ان پہلے حالات کو دیکھے جو کفر کے زمانہ میں تھے اور مقابل اس کے وہ حالت
پڑھے جو اسلام لانے کے بعد ظہور پذیر ہو گئی۔ تو ان دونوں طور کے سوانح پر مطلع
ہونے سے بہ یقین کامل سمجھ لیگا۔ کہ یہ تبدیلی ایک خارق عادت تبدیلی ہے
جسے معجزہ کہنا چاہیئے +

پھر تیسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے اس کے
حقائق و معارف و نکات لطائف ہیں۔ جو اسکی بلیغ و فصیح عبارات میں بھرے ہوئے
ہیں۔ اس معجزہ کو قرآن شریف میں بڑی شد و مد سے بیان کیا گیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ
تمام جن و انس اکٹھے ہو کر اسکی نظیر بنانا چاہیں تو اُن کے لئے ممکن نہیں یہ معجزہ اس دلیل
سے ثابت اور متحقق الوجود ہے کہ اس زمانہ تک کہ تیرہ سو برس سے زیادہ گذر رہا ہے

باوجودیکہ قرآن شریف کی ندا دنیا کے ہر ایک فراج میں ہو رہی ہے۔ کہ بڑے زور
سے هل من معارض کا نقارہ بجایا جاتا ہے۔ مگر کبھی کسی طرف
سے آواز نہیں آئی۔ پس اس سے اس بات کا صریح ثبوت ملتا ہے۔ کہ تمام
انسانی قوتیں قرآن شریف کے مقابلہ و معارضہ سے عاجز ہیں۔ بلکہ اگر قرآن شریف
کی صدہا خوبیوں میں سے صرف ایک خوبی کو پیش کر کے اس کی نظیر مانگی جاوے تو انسان
ضعیف البنیان سے یہ بھی ناممکن ہے کہ اس کے ایک جزو کی نظیر پیش کر سکے۔ مثلاً قرآن
شریف کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی خوبی ہے کہ وہ تمام معارف دینیہ پر مشتمل ہے
اور کوئی دینی سچائی جو حق اور حکمت سے تعلق رکھتی ہے۔ ایسی نہیں جو قرآن شریف میں
پائی نہ جاتی ہو۔ مگر ایسا شخص کون ہے کہ کوئی دوسری کتاب ایسی دکھلا سکے۔ جس میں یہ
صفت موجود ہو۔ اور اگر کسی کو اس بات میں شک ہو کہ قرآن شریف جامع تمام حقائق دینیہ
ہے تو ایسا شخص خواہ عیسائی ہو خواہ آریہ اور خواہ برہمو ہو خواہ دہریہ اپنی طرز اور طور
پر امتحان کر کے اپنی تسلی کرا سکتا ہے۔ اور ہم تسلی کر دینے کے ذمہ دار ہیں۔ بشرطیکہ کوئی
طالب حق ہماری طرف رجوع کرے۔ بائیبل میں جسقدر پاک صداقتیں ہیں یا
حکماء کی کتابوں میں جسقدر حق و حکمت کی باتیں ہیں۔ جنپر ہماری نظر پڑی ہے یا ہندوؤں
کے وید وغیرہ میں۔ جو اتفاقاً بعض سچائیاں درج ہو گئی ہیں یا باقی رہ گئی ہیں۔ جنکو ہم نے
دیکھا ہے یا صوفیوں کی صدہا کتابوں میں جو حکمت و معرفت کے نکتے ہیں۔ جن پر ہمیں
اطلاع ہوئی ہے۔ ان سب کو ہم قرآن شریف میں پاتے ہیں اور اس کامل استقراء سے
جو تیس برس کے عرصہ میں نہایت عمیق اور محیط نظر کے ذریعہ سے ہم کو حاصل ہے۔
نہایت قطع اور یقین سے ہمپر یہ بات کھل گئی ہے کہ کوئی روحانی صداقت جو تکمیل نفس
اور دماغی اور دلی قویٰ کی تربیت کے لئے اثر رکھتی ہے ایسی نہیں جو قرآن شریف میں
درج نہ ہو۔ اور یہ صرف ہمارا ہی تجربہ نہیں۔ بلکہ یہی قرآن شریف کا دعویٰ بھی ہے
جس کی آزمائش نہ فقط میں نے کی بلکہ ہزارہا علماء ابتداء سے کرتے آئے اور اسکی سچائی
کی گواہی دیتے چلے آئے ہیں ✦

پھر چوتھا معجزہ قرآن شریف کا اس کے روحانی تاثیرات ہیں جو ہمیشہ اس میں محفوظ
چلے آتے ہیں۔ یعنے یہ کہ اس کی پیروی کرنے والے قبولیت الٰہی کے مراتب کو پہنچتے
ہیں اور مکالمات الٰہیہ سے مشرف کئے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی دعاؤں کو
سنتا اور انہیں محبت اور رحمت کی راہ سے جواب دیتا ہے اور بعض اسرار غیبیہ پر نبیوں
کی طرح ان کو مطلع فرماتا ہے اور اپنی تائید اور نصرت کے نشانوں سے دوسرے
مخلوقات سے انہیں ممتاز کرتا ہے۔ یہ بھی ایسا نشان ہے کہ جو قیامت تک امت
محمدیہ میں قائم رہیگا اور ہمیشہ ظاہر ہوتا چلا آیا ہے۔ اور اب بھی موجود اور متحقق الوجود ہے
مسلمانوں میں سے اب بھی ایسے لوگ دنیا میں پائے جاتے ہیں کہ جن کو اللہ جلشانہ اپنی
تائیدات خاصہ سے مؤید فرما کر الہامات صحیحہ و صادقہ و مبشرات و مکاشفات غیبیہ سے
سرفراز فرماتا ہے۔

اے حق کے طالبو اور سچے نشانوں کے بھوکو اور پیاسو انصاف سے دیکھو اور
ذرا پاک نظر سے غور کرو کہ جن نشانوں کا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے کس
اعلیٰ درجہ کے نشان ہیں۔ اور کیسے ہر زمانہ کیلئے مشہود و محسوس کا حکم رکھتے ہیں۔ پہلے نبیوں
کے معجزات کا اب نام و نشان باقی نہیں صرف قصے ہیں۔ خدا جانے ان کی اصلیت
کہاں تک درست ہے۔ بالخصوص حضرت مسیح کے معجزات جو انجیلوں میں لکھے گئے
باوجود قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں ہونے کے۔ اور باوجود بہت سے مبالغات کے
جو ان میں پائے جاتے ہیں ایسے شکوک و شبہات ان پر وارد ہوتے ہیں کہ جنہیں
انہیں بکلی صاف و پاک کر کے دکھلانا بہت مشکل ہے۔ اور اگر بطور فرض کے طور پر تسلیم
بھی کر لیں کہ جو کچھ اناجیل مروجہ میں حضرت مسیح کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ لولے اور
لنگڑے اور مفلوج اور اندھے وغیرہ بیمار ان کے چھونے سے اچھے ہو جاتے تھے یہ تمام
بیان بلا مبالغہ ہے اور ظاہر پر ہی محمول ہے۔ کوئی اور معنے اس کے نہیں تب بھی حضرت
مسیح کی ان باتوں سے کوئی بڑی خوبی ثابت نہیں ہوتی۔ اول تو انہیں دنوں میں ایک
تالاب بھی ایسا تھا کہ اس میں ایک وقت خاص میں جو غوطہ مارتے تھے وہ سب مریضیں فی الفور

دور ہو جاتی نہیں۔ جیسا کہ خود انجیل میں مذکور ہے۔ پھر ماسوائے اس کے زمانہ دراز کی تحقیقاتوں نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ ملکہ سلب امراض منجملہ علوم کے ایک علم ہے۔ جس کے اب بھی بہت لوگ مشاق پائے جاتے ہیں۔ جس میں شدت توجہ اور دماغی طاقتوں کے خرچ کرنے اور جذب خیال کا اثر ڈالنے کی مشق درکار ہے۔ سو اس علم کو نبوت سے کچھ علاقہ نہیں۔ بلکہ مرد صالح ہونا بھی اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور قدیم سے یہ علم رائج ہوتا چلا آیا ہے۔ مسلمانوں میں بعض اکابر جیسے محی الدین عربی صاحب فصوص اور بعض نقشبندیوں کے اکابر اس کام میں مشاق گذرے ہیں۔ ایسے کہ ان کے وقت میں ان کی نظیر پائی نہیں گئی۔ بلکہ بعض کی نسبت ذکر کیا ہے کہ وہ اپنی کامل توجہ سے باذنہ تعالےٰ تازہ مُردوں سے باتیں کر کے دکھلا دیتے تھے ٭ اور دو دو تین تین سو بیماروں کو اپنے دائیں بائیں بٹھلا کر ایک ہی نظر سے تندرست کر دیتے تھے۔ اور بعض جو مشق میں کمزور تھے وہ ہاتھ لگا کر یا کپڑے کو چھو کر شفا بخشتے تھے۔ اس مشق میں عامل کچھ ایسا احساس کرتا ہے کہ گویا اس کے اندر سے بیمار پر اثر ڈالنے کے وقت ایک قوت نکلتی ہے اور بسا اوقات بیمار کو بھی یہ مشہود ہوتا ہے کہ اس کے اندر سے ایک زہریلا مادہ حرکت کر کے سفلی اعضاء کی طرف اترتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بکلی معدوم ہو جاتا ہے۔ اس علم میں اسلام میں بہت سی تالیفیں موجود ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوؤں میں بھی اس کی کتابیں ہوں گی۔ حال میں جو انگریزوں نے فن مسمریزم نکالا ہے حقیقت میں وہ بھی اسی علم کی ایک شاخ ہے۔ انجیل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کو بھی کسی قدر اس علم میں مشق تھی۔ مگر کامل نہیں تھی۔ اس وقت کے لوگ بہت سادہ اور اس علم سے بے خبر تھے۔ اسی وجہ سے اس زمانہ میں یہ عمل اپنی حد سے زیادہ قابل تعریف سمجھا گیا تھا۔ مگر پیچھے سے جوں جوں اس علم کی حقیقت کھلتی گئی۔ لوگ اپنے غلو اعتقاد سے تنزل کرتے گئے۔ یہاں تک کہ بعضوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ ایسی مشقوں سے بیماروں کو چنگا کرنا

٭ تازہ مردوں کا عمل توجہ سے چند منٹ یا چند گھنٹوں کیلئے زندہ ہو جانا قانون قدرت کے منافی نہیں جس حالت میں ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ بعض جاندار کے مرنے کے بعد کسی دوا سے زندہ ہو جاتے ہیں تو پھر انسان کا زندہ ہونا کیا مشکل اور کیوں دور از قیاس ہے۔

یا مجنونوں کو شفا بخشنا کچھ بھی کمال کی بات نہیں - بلکہ اس میں ایماندار ہونا بھی ضرور نہیں چہ جائے کہ نبوت یا ولایت پر یہ دلیل ہو سکے ان کا یہ بھی قول ہے کہ عمل سلب امراض بدنیہ کی کامل مشق اور اُسی شغل میں دن رات اپنے تئیں ڈالے رکھنا روحانی ترقی کے لئے سخت مضر ہے اور ایسے شخص کے ہاتھ سے روحانی تربیت کا کام بہت ہی کم ہوتا ہے اور قوت منوّرہ اس کے قلب کی بغایت درجہ گھٹ جاتی ہے - خیال ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے حضرت مسیح علیہ السلام اپنی روحانی تربیت میں بہت کمزور نکلے جیسا کہ پادری ٹیلر صاحب جو باعتبار عہدہ و نیز بوجہ لیاقت ذاتی کے ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتے ہیں - وہ نہایت افسوس سے لکھتے ہیں کہ مسیح کی روحانی تربیت بہت ضعیف اور کمزور ثابت ہوتی ہے اور اُن کے صحبت یافتہ لوگ جو حواریوں کے نام سے موسوم تھے اپنے روحانی تربیت یافتہ ہونے میں اور انسانی قوتوں کی پوری تکمیل سے کوئی اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھلا نہ سکے (کاش حضرت مسیح نے اپنے ظاہری شغل سلب امراض کی طرف کم توجہ کی ہوتی اور وہی توجہ اپنے حواریوں کی باطنی کمزوریوں اور بیماریوں پر ڈالتے خاصکر یہودا اسکریوطی پر) اس جگہ صاحب موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر نبی عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ رضؓ کے مقابلہ پر حواریوں کی روحانی تربیت یابی اور دینی استقامت کا موازنہ کیا جائے تو ہمیں افسوس کے ساتھ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح کے حواری روحانی طور پر تربیت پذیر ہونے میں نہایت ہی کچّے اور پیچھے رہے ہوئے تھے اور ان کے دماغی اور دلی قویٰ کو حضرت مسیح کی صحبت نے کوئی ایسے توسیع نہیں بخشی تھی جو صحابہ نبی عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مقابل پر کچھ قابل تعریف ہو سکے - بلکہ حواریوں کے قدم قدم میں بزدلی سست اعتقادی تنگدلی دنیا طلبی بیوفائی ثابت ہوتی تھی - مگر صحابہ نبی عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) سے وہ صدق و وفا ظہور میں آیا جس کی نظیر کسی دوسرے نبی کے پیرؤوں میں ملنا مشکل ہے سو یہ اس روحانی

تربیت کا جو کامل طور پر ہوئی تھی اثر تھا۔ جس نے اس کو بکلی مبدل کر کے کہیں کا کہیں پہونچا دیا تھا۔ اسی طرح سے بہت سے دانشمند انگریزوں نے حال میں ایسی کتابیں تالیف کی ہیں کہ جن میں انہوں نے اقرار کر لیا ہے کہ اگر ہم نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی حالت رجوع الی اللہ و توکل و استقامت ذاتی و تعلیم کامل و مطہر و القائے تاثیر و اصلاح خلق کثیر از مفسدین و تائیدات ظاہری و باطنی قادر مطلق کو ان معجزات سے الگ کر کے بھی دیکھیں جو بمد منقول ان کی نسبت بیان کی جاتی ہیں۔ تب بھی ہمارا انصاف اس اقرار کے لئے ہمیں مجبور کرتا ہے کہ یہ تمام امور جو ان سے ظہور میں آئے۔ یہ بھی بلاشبہ فوق العادت اور بشری طاقتوں سے بالاتر ہیں اور نبوت صحیحہ صادقہ کے شناخت کرنے کیلئے قوی اور کافی نشان ہیں۔ کوئی انسان جب تک اس کیساتھ خدا تعالیٰ نہ ہو کبھی ان سب باتوں میں کامل اور کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ایسی غیبی تائید اس کے شامل ہوتی ہیں +

سوال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کبھی کوئی معجزہ نہ ملا۔ جیساکہ سورۃ عنکبوت میں درج ہے (ترجمہ عربی کا) اور کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اس پر نشانیاں یعنی کوئی بھی کیونکہ لا نافیہ اس آیت میں جو کہ جنسی ہے کل جنس کی نفی کرتا ہے اس کے رب سے اور سورہ بنی اسرائیل میں بھی اور ہم نے موقوف کیں نشانیاں بھیجنی کہ اگلوں نے ان کو جھٹلایا"

اس سے صاف صاف ظاہر ہے کہ خدا نے کوئی معجزہ نہیں دیا۔ حقیقت میں اگر کوئی معجزہ ملتا تو وہ نبوت اور قرآن پر متشکی نہ ہوتے ؟

فاقہا الجواب جن خیالات کو عیسائی صاحب نے اپنی عبارت میں بصورت اعتراض پیش کیا ہے وہ درحقیقت اعتراض نہیں ہیں۔ بلکہ وہ تین غلط فہمیاں ہیں جو بوجہ قلت تدبر ان کے دل میں پیدا ہو گئی ہیں۔ ذیل میں ہم ان غلط فہمیوں کو دور کرتے ہیں۔

پہلی غلط فہمی کی نسبت جواب یہ ہے کہ نبی برحق کی یہ نشانی ہرگز نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ

کی طرح ہر ایک مخفی بات کا بالاستقلال اس کو علم ہی ہو۔ بلکہ اپنے ذاتی اقتدار اور اپنی ذاتی خاصیت سے عالم الغیب ہونا خدا تعالیٰ کی ذات کا ہی خاصہ ہے۔ قدیم سے اہل حق حضرت واجب الوجود کے علم غیب کی نسبت وجوب ذاتی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور دوسرے تمام ممکنات کی نسبت امتناع ذاتی اور امکان بالواجب عز اسمہ کا عقیدہ ہے یعنی یہ عقیدہ کہ خدا تعالیٰ کی ذات کے لئے عالم الغیب ہونا واجب ہے اور اس کے ہویت حقہ کی یہ ذاتی خاصیت ہے کہ عالم الغیب ہو مگر ممکنات کے جو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت ہیں اس صفت میں اور ایسا ہی دوسری صفات میں شراکت بحضرۃ باری عز اسمہ جائز نہیں اور جیسا ذات کے رو سے شریک الباری ممتنع ہے ایسا ہی صفات کے رو سے بھی ممتنع ہے۔ پس ممکنات کیلئے نظراً الیٰ ذاتہم عالم الغیب ہونا ممتنعات میں سے ہے۔ خواہ نبی ہوں یا ولی ہوں ہاں الہام الہی سے اسرار غیبیہ کو معلوم کرنا یہ ہمیشہ خاص اور برگزیدہ کو حصہ ملتا رہا ہے۔ جس کو ہم تابعین آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں پاتے ہیں نہ کسی اور میں عادۃ اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ کبھی کبھی اپنے مخصوص بندوں کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کر دیتا ہے اور اوقات مقررہ اور مقدرہ میں رشح فیض غیب ان پر ہوتا ہے۔ بلکہ کامل مقرب اللہ اسی سے آزمائے جاتے ہیں۔ اور شناخت کئے جاتے ہیں کہ بعض اوقات آیندہ کی پوشیدہ باتیں یا کچھ چھپے اسرار انہیں بتلائے جاتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہ ان کے اختیار اور ارادہ اقتدار سے بلکہ خدا تعالیٰ کے ارادہ اور اختیار اور اقتدار سے یہ سب نعمتیں انہیں ملتی ہیں۔

وہ جو اس کی مرضی پر چلتے ہیں اور اسی کے ہو رہتے ہیں اور اسی میں کھوئے جاتے ہیں اس خیر محض کی ان سے کچھ ایسی ہی عادت ہے کہ اکثر ان کی سنتا اور اپنا گذشتہ فعل یا آیندہ کا منشاء بسا اوقات ان پر ظاہر کر دیتا ہے۔ مگر بغیر اعلام الہی انہیں کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا وہ اگرچہ خدا تعالیٰ کے مقرب تو ہوتے ہیں مگر خدا تو نہیں ہوتے سمجھائے سمجھتے ہیں بتلائے جاتے ہیں۔ دکھلائے دیکھتے ہیں بولائے بولتے ہیں۔ اور اپنی ذات میں کچھ بھی نہیں ہوتے جب طاقت عظمیٰ انہیں اپنے الہام کی تحریک سے بلاتی ہے تو وہ بولتے ہیں اور جب دکھاتی ہے

تو دیکھتے ہیں اور جب سناتی ہے تو سنتے ہیں اور جب تک خدا تعالیٰ ان پر کوئی پوشیدہ بات ظاہر نہیں کرتا تب تک انہیں اس بات کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ تمام نبیوں کے حالات زندگی (لائف) میں اس کی شہادت پائی جاتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف ہی دیکھو کہ وہ کیونکر اپنی لاعلمی کا اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس دن اور اس گھڑی کی بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا۔ باب ۱۳۔ آیت ۳۲۔ مرقس۔

اور پھر وہ فرماتے ہیں کہ میں آپ سے کچھ نہیں کرتا (یعنی کچھ نہیں کر سکتا) مگر جو میرے باپ نے سکھلایا وہ باتیں کہتا ہوں۔ کسی کو راستبازوں کے مرتبہ تک پہونچانا میرے اختیار میں نہیں مجھے کیوں نیک کہتا ہے نیک کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ مرقس

غرض کسی نبی نے باقتدار یا عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا دیکھو اس عاجز بندہ کی طرف جس کو مسیح کرکے پکارا جاتا ہے اور جسے نادان مخلوق پرستوں نے خدا سمجھ رکھا ہے کہ کیسے اس نے ہر مقام میں اپنے قول اور فعل سے ظاہر کر دیا کہ میں ایک ضعیف اور کمزور اور ناتوان بندہ ہوں اور مجھ میں ذاتی طور پر کوئی بھی خوبی نہیں اور آخری اقرار جیران کا خاتمہ ہوا کیسا پیارے لفظوں میں ہے۔ چنانچہ انجیل میں لکھا ہے کہ وہ (یعنی مسیح (اپنی گرفتاری کی خبر پاکر) گھبرانے اور بہت دلگیر ہونے لگا۔ اور ان سے (یعنی حواریوں سے) کہا کہ میری جان کا غم موت کا سا ہے اور وہ تھوڑا آگے جاکر زمین پر گر پڑا (یعنی سجدہ کیا) اور دعا مانگی کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے اور کہا کہ اے ابّا اے باپ سب کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے اس پیالہ کو مجھ سے ٹال دے یعنی تو قادر مطلق ہے اور میں ضعیف ہوں اور عاجز بندہ ہوں۔ تیرے ٹالنے سے یہ بلا ٹل سکتی ہے۔ اور آخر ایلی ایلی لما سبقتنی کہکر جان دی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ "اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا"

اب دیکھیے کہ اگرچہ دعا قبول نہ ہوئی کیونکہ تقدیر مبرم تھی۔ ایک مسکین مخلوق کی خالق کے قطعی ارادہ کے آگے کیا پیش جاتی تھی۔ مگر حضرت مسیح نے اپنی عاجزی اور بندگی کے اقرار کو نہایت تک پہنچا دیا۔ اس امید سے کہ شاید قبول ہو جاوے۔ اگر انہیں پہلے سے علم ہوتا کہ دعا رد کیجاویگی ہرگز قبول نہیں ہوگی تو وہ ساری رات برابر فجر تک اپنے بچاؤ کے لئے کیوں دعا کرتے رہتے

اور کیوں اپنے تئیں اور اپنے حواریوں کو بھی تقیید سے اس لاحاصل مشقت میں ڈالتے۔

سو بقول معترض صاحب ان کے دل میں یہی تھا کہ انجام خدا کو معلوم ہے۔ مجھے معلوم نہیں۔ پھر ایسا ہی حضرت مسیح کی پیشگوئیوں کا صحیح نہ نکلنا دراصل اسی وجہ سے تھا کہ باعث عدم علم بر اسرار مخفیہ اجتہادی طور پر تشریح کرنے میں اُن سے غلطی ہو جاتی تھی۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جب نئی خلقت میں ابن آدم اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا۔ تم بھی (اے میرے بارہ حواریو) بارہ تختوں پر بیٹھو گے۔ دیکھو باب ۲۰۔ ایت ۲۰۔ متی "

لیکن اسی انجیل سے ظاہر ہے کہ یہودہ اسکریوطی اس تخت سے بے نصیب رہ گیا اس کے کانوں نے تخت نشینی کی خبر سن لی۔ مگر تخت پر بیٹھنا اُسے نصیب نہ ہوا۔ اب سچی اور سچائی سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت مسیح کو اس شخص کے مرتد اور بد عاقبت ہونے کا پہلے سے علم ہوتا تو کیوں اس کو تخت نشینی کی جھوٹی خبر سناتے۔ ایسا ہی ایک مرتبہ آپ ایک انجیر کا درخت دور سے دیکھ کر انجیر کھانے کی نیت سے اس کی طرف گئے۔ مگر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس پر ایک بھی انجیر نہیں تو آپ بہت ناراض ہوئے اور غصہ کی حالت میں اس انجیر کو بد دعا دی جس کا کوئی بد اثر انجیر پر ظاہر نہ ہوا۔ اگر آپ کو کچھ غیب کا علم ہوتا تو تو بے ثمر درخت کی طرف اس کا پھل کھانے کے ارادہ سے کیوں جاتے"۔

ایسا ہی ایک مرتبہ آپ کے دامن کو ایک عورت نے چھوا تھا۔ تو آپ چاروں طرف پوچھنے لگے۔ کہ کس نے میرا دامن چھوا ہے۔ اگر کچھ علم غیب سے حصہ ہوتا۔ تو دامن چھونے والے کا پتہ معلوم کرنا۔ تو کچھ بڑی بات نہ تھی۔ اور ایک مرتبہ آپ نے یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ اس زمانہ کے لوگ گذر نہ جائیں گے۔ جب تک یہ سب کچھ (یعنی مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا اور ستاروں کا گرنا وغیرہ) ظاہر نہ ہو لے۔ لیکن ظاہر ہے کہ نہ اس زمانہ میں کوئی ستارہ آسمان کا زمین پر گرا اور نہ حضرت مسیح عدالت کیلئے دنیا میں آئے۔ اور وہ صدی تو کیا اس پر اٹھارہ صدیاں اور بھی گذر گئیں اور انیسویں گذرنے

کو تقریب ہے۔ سو حضرت مسیح کے علم غیب سے بے بہرہ ہونیکے لئے یہی چند شہادتیں کا
ہیں جو کسی اور کتاب سے نہیں بلکہ چاروں انجیلوں سے دیکھکر ہمنے لکھی ہیں۔ دوسرے ا
نبیوں کا بھی یہی حال ہے حضرت یعقوب ہی تھے۔ مگر انہیں کچھہ خبر نہ ہوئی کہ اسی گاؤ
کے بیابان میں میرے بیٹے پر کیا گذر رہا ہے۔ حضرت دانیال اس مدت تک کہ خدا
نے بخت النصر کے رویا کی اسپر تعبیر کھولدی کچھہ بھی علم نہیں رکھتے تھے کہ خواب کیا ہے
اسکی تعبیر کیا ہے؟

پس اس تمام تحقیق سے ظاہر ہے کہ نبی کا یہ کہنا کہ یہ بات خدا کو معلوم ہے مجھے م
نہیں بالکل سچ اور اپنے محل پر چسپاں اور سراسر اس نبی کا شرف اور اسکی عبودیت کا
ہے بلکہ ان باتوں سے اپنے آقائے کریم کے آگے اس کی شان بڑھتی ہے نہ یہ کہ اسکے
منصب نبوۃ میں کچھہ فتور لازم آتا ہے ہاں اگر یہ تحقیق منظور ہو کہ خدا تعالیٰ کے اعلا
جو اسرار غیب حاصل ہوتے ہیں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کسقدر ہوئے ہیں تو ہم
بڑا ثبوت اسبات کا پیش کرنے کیلئے تیار ہیں۔ کہ جس قدر توریت وانجیل اور تمام بائ
میں نبیوں کی پیشگوئیاں لکھی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں کماً وکی
ہزار حدیث سے بھی ان سے زیادہ ہیں۔ جن کی تفصیل احادیث نبویہ کے رو سے جو
تحقیق سے قلم بند کی گئی ہیں معلوم ہوتی ہے اور اجمالی طور پر مگر کافی اور اطمینان بخش طو
موثر بیان قرآن شریف میں موجود ہے۔ پھر دیگر اہل مذاہب کیطرح مسلمانوں کے ہاتھ می
قصہ ہی نہیں بلکہ وہ تو ہر صدی میں غیر قوموں کو کہتے رہے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ یہ س
برکات اسلام میں ہمیشہ کے لئے موجود ہیں۔ بھائیو! آؤ اول آزماؤ پھر قبول کرو۔ مگ
آمادوں کو کوئی نہیں سنتا۔ محبت الٰہی اپتر پوری ہے کہ ہم بلاتے ہیں وہ نہیں آتے
دکھاتے ہیں وہ نہیں دیکھتے انہوں نے آنکھوں اور کانوں کو بکلی ہم سے پھیر لیا
کہ وہ سنیں اور دیکھیں اور ہدایت پائیں۔

دوسری غلط فہمی جو معترض نے پیش کی ہے یعنی یہ کہ اصحاب کہف کی تعدا
بابت قرآن شریف میں غلط بیان ہے۔ یہ نرا دعویٰ ہے معترض نے اس بارے میں

نہیں لکھا کہ وہ بیان کیوں غلط ہے اور اس کے مقابل پر صحیح کونسا بیان ہے اور اس کی صحت پر کون سے دلائل ہیں۔ تا اس کے دلائل پر غور کی جاتی۔ اور جواب شافی دیا جائے۔ اگر معترض کو قرآنی بیان پر کچھ کلام تھا تو اس کے وجوہات پیش کرنے چاہئیں تھے۔ بغیر پیش کرنے وجوہات کے یونہی غلط ٹھہرانا متلاشی حق کا کام نہیں ہے۔

تیسری غلط فہمی معترض کے دل میں یہ پیدا ہوئی ہے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ (جس کی سیر دنیا ست کا ذکر قرآن شریف میں ہے) سیر کرتا کرتا کسی ایسے مقام تک پہونچا جہاں اُسے سورج دلدل میں چھپتا نظر آیا۔ اب عیسائی صاحب مجازی سے حقیقت کی طرف رُخ کرکے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سورج اتنا بڑا ہو کر ایک چھوٹے سے میں کیونکر چھپ گیا۔ یہ ایسی بات ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ انجیل میں مسیح کو خدا کا برّہ لکھا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ برّہ تو وہ ہو سکتا ہے جس کے سر پر سینگ اور بدن پر پشم وغیرہ بھی ہو۔ اور چارپایوں کی طرح سرنگون چلتا اور وہ چیزیں کھاتا ہو جو برّے کھایا کرتے ہیں؟

اے صاحب آپ نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ قرآن شریف تو فقط بمنصب نقل خیال اس قدر فرماتا ہے کہ اس شخص کو اس کی نگاہ میں سورج دلدل میں چھپتا ہوا نظر آیا سو یہ تو ایک شخص کی رویت کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایسی جگہ پہونچا جس جگہ سورج کسی پہاڑ یا آبادی یا درختوں کی اوٹ میں چھپتا ہوا نظر آتا تھا۔ جیسا کہ عام دستور ہے بلکہ دلدل میں چھپتا ہوا معلوم دیتا تھا۔ مطلب یہ کہ اُس جگہ کوئی آبادی یا درخت یا پہاڑ نزدیک نہ تھے۔ بلکہ جہانتک نظر وفا کرے ان چیزوں میں سے کسی چیز کا نشان نظر نہیں آتا تھا۔ فقط ایک دلدل تھا جس میں سورج چھپتا دکھائی دیتا تھا۔

ان آیات کا سیاق سباق دیکھو کہ اس جگہ حکیمانہ تحقیق کا کچھ ذکر بھی ہے۔ فقط ایک شخص کی دور دراز سیاحت کا ذکر ہے اور ان باتوں کے بیان کرنے سے اسی مطلب کا اثبات منظور ہے کہ وہ ایسے غیر آباد مقام پر پہونچا۔ سو اس جگہ ہیئت کے مسائل

سے بیٹھنا بالکل بے محل نہیں تو اور کیا ہے؟ مثلاً اگر کوئی کہے کہ آج رات بادل وغیرہ سے آسمان خوب صاف ہوگیا تھا اور ستارے آسمان کے نقطوں کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے تھے اور اس سے یہ جھگڑا لے بیٹھیں کہ کیا ستارے نقطوں کی مقدار پر ہیں اور ہیئت کی کتابیں کھول کر پیش کریں تو بلاشبہ یہ حرکت بیخبروں کی سی حرکت ہوگی کیونکہ اس وقت متکلم کی نیت میں واقعی امر کا بیان کرنا مقصود نہیں وہ تو صرف مجازی طور پر جس طرح ساری دنیا جہان بولتا ہے بات کر رہا ہے۔ اے وہ لوگ جو عشائے ربانی میں مسیح کا لہو پیتے اور گوشت کھاتے ہو کیا ابھی تک تمہیں مجازات اور استعارات کے استعمال کا نام نہایت وسیع دروازہ کھلا ہے اور وحی الہی انہیں محاورات و استعارات کو اختیار کرتی ہے جو سادگی سے روزمرہ عوام الناس نے اپنے روزمرہ کی بات چیت اور بول چال میں اختیار کر رکھی ہے۔ فلسفہ کی دقیق اصطلاحات کی ہر جگہ اور ہر محل میں پیروی کرنا وحی کی طرز نہیں کیونکہ روئے سخن عوام الناس کیطرف ہے پس ضرور ہے کہ ان کی سمجھ کے موافق اور ان کے محاورات کے لحاظ سے بات کی جائے۔ حقایق و دقایق کا بیان کرنا بجائے خود ہے۔ مگر محاورات کا چھوڑنا اور مجازات اور استعارات عادیہ سے یک لخت کنارہ کش ہونا ایسے شخص کے لئے ہرگز روا نہیں جو عوام الناس کے مذاق پر بات کرنا اس کا فرض منصب ہے۔ تا وہ اس کی بات کو سمجھیں۔ اور ان کے دلوں پر اس کا اثر ہو لہذا یہ مسلم ہے کہ کوئی ایسی الہامی کتاب نہیں۔ جس میں مجازات اور استعارات سے کنارہ کیا گیا ہو یا کنارہ کرنا جائز ہو کیا کوئی کلام الہی دنیا میں ایسا بھی آیا ہے؟ اگر ہم غور کریں تو ہم خود ہر روز بول چال میں صدہا مجازات و استعارات بولتے جاتے ہیں اور کوئی بھی ان پر اعتراض نہیں کرتا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ ہلال بال سا باریک ہے اور ستارے نقطہ سے ہیں یا چاند بادل کے اندر چھپ گیا۔ اور سورج ابھی جو پہر دن چڑھا ہے نیزہ بھر اوپر آیا ہے یا ہم نے ایک رکابی پلاؤ کی کھالی یا ایک پیالہ شربت کا پی لیا۔ تو ان سب باتوں سے کسی کے دل میں یہ دھڑکا شروع نہیں ہوتا کہ ہلال کیونکر بال سا باریک ہو سکتا ہے اور ستارے کس وجہ سے بقدر نقطوں کے ہو سکتے ہیں

یا چاند بادل کے اندر کیونکر سما سکتا ہے۔ اور کیا سورج نے باوجود اپنی اس تیز حرکت کے جس سے وہ ہزارہا کوس ایک دن میں طے کر لیتا ہے۔ ایک پہر میں فقط بقدر نیزہ کے اتنی مسافت طے کری ہے اور نہ رکابی پلاؤ کی کھانے یا پیالہ شربت کا پینے سے کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ رکابی اور پیالہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا لیا ہوگا بلکہ یہ سمجھیں گے کہ جو ان کے اندر چاول اور پانی ہے وہی کھایا پیا ہوگا۔ نہایت صاف بات پر اعتراض کرنا کوئی مخالف بھی پسند نہیں کرتا۔ انصاف پسند عیسائیوں سے ہمنے خود سنا ہے کہ ایسے ایسے اعتراض ہم میں سے وہ لوگ کرتے ہیں۔ جو بیخبر یا سخت درجہ کے متعصب ہیں۔ بھلا یہ کیا حق روی ہے؟ کہ اگر کلام الہی میں مجاز یا استعارہ کی صورت پر کچھ وارد ہو تو اس بیان کو حقیقت پر حمل کر کے مورد اعتراض بنایا جاوے اس صورت میں کوئی الہامی کتاب بھی اعتراض سے نہیں بچ سکتی۔ جہاز میں بیٹھنے والے اور اگنبوٹ پر سوار ہونے والے ہر روز یہ تماشا دیکھتے ہیں کہ سورج پانی میں سے ہی نکلتا ہے اور پانی میں ہی غروب ہوتا ہے اور صدہا دفعہ آپس میں جیسا دیکھتے ہیں بولتے بھی ہیں کہ وہ نکلا اور غروب ہوا۔ اب ظاہر ہے کہ اس بول چال کے وقت میں علم ہیئت کے دفتر اُن کے آگے کھولنا اور نظام شمسی کا مسئلہ لے بیٹھنا گویا یہ جواب سننا ہے کہ اے پاگل کیا یہ علم تجھے ہی معلوم ہے۔ ہمیں معلوم نہیں۔

عیسائی صاحب نے قرآن شریف پر تو اعتراض کیا۔ مگر انجیل کے وہ مقامات جن پر حقاً و حقیقتاً اعتراض ہوتا ہے بھولے رہے۔ مثلاً بطور نمونہ دیکھو کہ انجیل متی و مرقس میں لکھا ہے کہ مسیح کو اس وقت آسمان سے خلق اللہ کی عدالت کے لئے اترتا دیکھو گے جب سورج اندھیرا ہو جائیگا اور چاند اپنی روشنی نہیں دے گا۔ اور ستارے آسمان سے گر جائیں گے۔ اب ہیئت کا علم ہی یہ اشکال پیش کرتا ہے کہ کیونکر ممکن ہے کہ تمام ستارے زمین پر گر پڑیں اور سب ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین کے کسی گوشہ میں جا پڑیں۔ اور بنی آدم کو ان کے گرنے سے کچھ بھی حرج اور تکلیف نہ پہونچے اور سب

زندہ اور سلامت رہ جائیں۔ حالانکہ ایک ستارہ کا گرنا ہی مکان الارض کی تباہی کیلئے کافی ہے پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب ستارے زمین پر گر کر زمین والوں کو صفحہ ہستی سے بے نشان و نابود کر دیں گے تو مسیح کا قول کہ تم مجھے بادلوں میں آسمان سے اترتا دیکھو گے کیونکر درست ہوگا جب لوگ ہزاروں ستاروں کے نیچے دبے ہوئے مرے پڑے ہونگے تو مسیح کا اترنا کون دیکھے گا۔ اور زمین جو ستاروں کی کشش سے ثابت و برقرار ہے کیونکر اپنی حالت صحیحہ پر قایم اور ثابت رہے گی۔ اور مسیح برگزیدوں کو دور دور سے (جیسا کہ انجیل میں ہے) بلائے گا۔ اور کن کو سرزنش اور تنبیہ کرے گا۔ کیونکہ ستاروں کا گرنا تو بداہت مستلزم عام فنا اور عام موت بلکہ تختہ زمین کے انقلاب کا موجب ہوگا اب دیکھئے کہ یہ سب بیانات علم ہیئت کے برخلاف ہیں یا نہیں و ایسا ہی ایک اور اعتراض علم ہیئت کے رو سے انجیل پر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انجیل متی میں دیکھو وہ ستارہ جو انہوں نے (یعنی مجوسیوں نے) پورب میں دیکھا تھا ان کے آگے چل رہا۔ اور اس جگہ کے اوپر جہاں وہ لڑکا تھا جا کر ٹھہرا۔ باب ۲۔ آیت ۹ متی۔

اب عیسائی صاحبان براہ مہربانی بتلادیں کہ علم ہیئت کے رو سے اس عجیب ستارہ کا نام کیا ہے جو مجوسیوں کے ہم قدم اور ان کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور یہ کس قسم کی حرکت اور کن قواعد کے رو سے مسلم الثبوت ہے مجھے معلوم نہیں کہ انجیل متی ایسے ستارہ کے بارے میں ہیئت والوں سے کیونکر پیچھا چھڑا سکتی ہے۔ بعض صاحب تنگ آکر یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ مسیح کا قول نہیں متی کا قول ہے۔ متی کے قول کو ہم الہامی نہیں جانتے۔ یہ خوب جواب ہے جس سے انجیل کے الہامی ہونے کی بخوبی قلعی کھل گئی۔ اور میں بطور تنزل کہتا ہوں کہ گو یہ مسیح کا قول نہیں متی یا کسی اور کا قول ہے مگر مسیح کا قول بھی تو (جس کو الہامی مانا گیا ہے اور جس پر ابھی ہماری طرف سے اعتراض ہو چکا ہے) اسی کا ہم رنگ اور ہم شکل ہے ذرا اسی کو اصول ہیئت سے مطابق کر کے دکھلائیے اور نیز یہ بھی یاد رہے کہ یہ قول الہامی نہیں بلکہ انسان کی طرف سے انجیل میں ملایا گیا ہے تو پھر آپ لوگ ان انجیلوں کو جو آپ کے ہاتھ میں ہیں تمام بیانات کے اعتبار سے الہامی کیوں کہتے ہیں

صاف طور پر کیوں مشتہر نہیں کر دیتے کہ بجز ان چند باتوں کے جو حضرت مسیح کے منہ سے نکلی ہیں۔ باقی جو کچھ اناجیل میں لکھا ہے وہ مؤلفین نے صرف اپنے خیال اور اپنی عقل اور فہم کے مطابق لکھا ہے جو غلطیوں سے مبرا متصور نہیں ہو سکتا۔ جیساکہ پادری صاحبوں کی عام تحریروں سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ امر اسے عام طور پر مشتہر بھی کی گئی ہے۔ یعنی بالاتفاق انجیلوں کے بارے میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جو کچھ تاریخی طور پر معجزات وغیرہ کا ذکر ان میں پایا جاتا ہے۔ وہ کوئی الہامی امر نہیں۔ بلکہ انجیل نویسوں نے اپنے قیاس یا سماعت وغیرہ وسایل خارجیہ سے لکھدیا ہے غرض پادری صاحبوں نے اس اقرار سے ان بہت سے حملوں سے جو انجیلوں پر ہوتے ہیں اپنا پیچھا چھوڑانا چاہا ہے اور ہر ایک انجیل میں تقریباً دس حصے انسان کا کلام اور ایک حصہ خدا کا کلام مان لیا ہے۔ اور ان اقرارات کی وجہ سے جو نقصان انہیں اٹھانے پڑے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عیسوی معجزات ان کے ہاتھ سے گئے۔ اور انکا کوئی شافی کافی ثبوت ان کے پاس نہ رہا۔ کیونکہ ہر چند انجیل نویسوں نے تاریخی طور پر فقط اپنی طرف سے مسیح کے معجزات انجیلوں میں لکھی ہیں۔ مگر مسیح کا اپنا خالص بیان جو الہامی کہلاتا ہے حواریوں کے بیان سے صریح مباین و مخالف معلوم ہوتا ہے بلکہ اسی کی ضد و نقیض ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ مسیح نے اپنے بیان میں جسکو الہامی کہا جاتا ہے۔ جابجا معجزات کے دکھلانے سے انکار ہی کیا ہے۔ اور معجزات کے مانگنے والوں کو صاف جواب دیدیا ہے کہ تمہیں کوئی معجزہ دکھلایا نہیں جائیگا۔ چنانچہ ہیرودیس نے بھی مسیح سے معجزہ مانگا تو اس نے نہ دکھلایا۔ اور بہت سے لوگوں نے اس کے نشان دیکھنے چاہے اور نشانوں کے بارے میں اس سے سوال بھی کیا مگر وہ صاف منکر ہو گیا۔ اور کوئی نشان دکھلا نہ سکا۔ بلکہ اس نے تمام رات جاگ کر خدا تعالے سے یہ نشان مانگا کہ وہ یہودیوں کے ہاتھ سے محفوظ رہے تو یہ نشان بھی اس کو نہ ملا اور دعا رد کی گئی۔

پھر مصلوب ہونے کے بعد یہودیوں نے سچے دل سے کہا کہ اگر وہ اب

صلیب پر سے زندہ ہو کر اتر آوے تو ہم سب کے سب اس پر ایمان لائیں گے
مگر وہ اُتر بھی نہ سکا پس ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ جہاں تک انجیلوں
میں الہامی فقرات ہیں۔ وہ مسیح کو صاحب معجزات ہونے کے بارے میں کچھ خیال
کر سکیں تو حقیقت میں وہ فقرہ ذوالوجوہ ہے جس جس کے اور اور معنے
بھی ہو سکتے ہیں اور کچھ ضروری نہیں معلوم ہوتا کہ اس کو ظاہر پر ہی محمول کیا جائے
یا خواہ نخواہ کھینچ تان کر ان معجزات کا ہی مصداق ٹھہرایا جائے۔ جن کا انجیل نویسوں
نے اپنی طرف ذکر کیا ہے۔ اور کوئی فقرہ خاص حضرت مسیح کی زبان سے
نکلا ہوا ایسا نہیں کہ جو وقوع اور ثبوت معجزات پر صاف طور پر دلالت کرتا
ہو۔ بلکہ مسیح کے خاص اور پر زور کلمات کی اسی امر پر دلالت پائی جاتی ہے کہ اُن
سے ایک بھی معجزہ ظہور میں نہیں آیا (قرآن شریف میں صرف اس مسیح کے معجزات
کی تصدیق ہے جس نے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیونکہ مسیح کئی ہوئے ہیں اور
ہوں گے اور چیز قرآنی بتصدیق ذوالوجوہ ہے جو انجیل نویسوں کے بیان کی ہرگز مصداق
نہیں) تعجب کہ عیسائی لوگ کیوں ان باتوں پر اعتماد [illegible] ہیں کرتے جو مسیح کا خاص
بیان اور الہامی کہلاتی ہیں۔ اور خاص مسیح کے منہ سے نکلی ہیں۔ اور ایسی باتوں پر کیوں
اعتماد کیا جاتا ہے۔ اور کیوں ان کے قدر سے زیادہ انپر زور د[illegible]ا ہے جو عیسائیوں کے
اپنے اقرار کے موافق الہامی نہیں ہیں۔ بلکہ تاریخی طور پر انجیلوں میں داخل ہیں۔ اور
الہام کے سلسلہ سے بکلی خارج ہیں۔ اور الہامی عبارات سے انکا تناقض پایا جاتا ہے
پس جب الہامی اور غیر الہامی عبارات میں تناقض ہو تو اس کے دور کرنے کے لئے بجز
اس کے اور کیا تدبیر ہے کہ جو عبارتیں الہامی نہیں ہیں وہ ناقابل اعتبار سمجھی جائیں۔ اور
صرف انجیل نویسوں کے مبالغات یقین نہ کئے جائیں۔ چنانچہ جابجا ان کا مبالغہ کرنا ظاہر
بھی ہے۔ جیسا کہ یوحنا کی انجیل کی آخری آیت جس پر وہ مقدس انجیل ختم کی گئی ہے یہ ہے
پر اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اور اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے
تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جائیں دنیا میں سما نہیں سکتیں۔ دیکھو کس قدر مبالغہ ہے

زمین و آسمان کے عجائبات تو دنیا میں سما گئے۔ مگر مسیح کی تین یا اڑھائی برس کی سوانح دنیا میں سما نہیں سکتی۔ ایسے مبالغے کرنے والے لوگوں کی روایت پر کیونکر اعتبار کرلیا جاوے۔

ہندوؤں نے بھی اپنے اوتاروں کی نسبت ایسی ہی کتابیں تالیف کی تھیں۔ اور اسی طرح خوب جوڑ جوڑ سے ملا کر جھوٹ کا پل باندھا تھا سو اس قوم پر بھی اس افترا کا نہایت قوی اثر پڑا اور اس سرے سے ملک کے اس سرے تک رام رام اور کرشن کرشن دلوں میں رچ گیا۔ بات یہ ہے کہ مرتب کردہ کتابیں جن میں بہت سا افترا بھرا ہوا ہو۔ ان قبروں کی طرح ہوتے ہیں جو باہر سے خوب سفید کیجائیں اور چمکائی جائیں پر اندر کچھ نہ ہو اندر کا حال ان بے خبر لوگوں کو کیا معلوم ہو سکتا ہے جو صدہا برسوں کے بعد پیدا ہوئے اور بنی بنائی کتابیں اور بے لوث ظاہر کرکے ان کو دی گئیں کہ گویا وہ اسی صورت اور وضع کے ساتھ آسمان سے اتری ہیں۔ سو وہ کیا جانتے ہیں کہ دراصل یہ مجموعہ کسطرح طیار کیا گیا۔ دنیا میں ایسی تیز نگاہیں جو پردوں کو چیرتی ہوئی اندر گھس جائیں اصل اصل حقیقت پر اطلاع پالیں اور چور کو پکڑ لیں بہت کم ہیں اور افترا کے جادو سے متاثر ہونیوالی روحیں اسقدر ہیں جنکا اندازہ کرنا مشکل ہے اسی وجہ سے ایک عالم تباہ ہو گیا اور ہوتا جاتا ہے نادانوں نے ثبوت یا عدم ثبوت کے ضروری مسئلہ پر کچھ بھی غور نہیں کی اور انسانی منصوبوں اور بندشوں کا جو ایک مستمرہ طریقہ اور نیچرلی امر ہے جو نوع انسان میں قدیم سے چلا آتا ہے اس سے چوکس رہنا نہیں چاہا اور یونہی شیطانی دام کو اپنے پیروں لیا۔ مکاروں نے اس شہر کیمیاگر کیطرح جو ایک سادہ لوح سے ہزار روپے نقد لیکر دس میں لاکھ روپیہ کا سونا بنا دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ سچا اور پاک ایمان نادانوں کا کھو دیا۔ اور ایک جھوٹی راستبازی اور جھوٹی برکتوں کا وعدہ دیا۔ جن کا خارج میں کچھ بھی وجود نہیں۔ اور نہ کچھ ثبوت آخر شرارتوں میں مکروں میں دنیا پرستوں میں نفس امارہ کی پیروی میں اپنے سے بدتر ان کو کر دیا۔ بالآخر یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اور اعجازات اور پیشگوئیوں کے بارے میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے

وقوع میں آئیں قرآن شریف کے ایک ذرہ شہادت انجیلوں کے ایک تودہ عظیم سے جو مسیح کے اعجاز وغیرہ کے بارے میں ہو ہزار ہا درجہ بڑھ کر ہے! اسی وجہ سے کہ خود باقرار تمام محقق پادریوں کے انجیلوں کا بیان خود حواریوں کا اپنا ہی کلام ہے اور پھر اپنا چشم دید بھی نہیں اور نہ کوئی سلسلہ راویوں کا پیش کیا ہے اور نہ کہیں ذاتی مشاہدہ کا دعوے کیا۔ لیکن قرآن شریف میں اعجازات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ خاص خدائے صادق وقدوس کی پاک شہادت ہے۔ اگر وہ صرف ایک ہی آیت ہوتی تب بھی کافی ہوتی۔ مگر الحمد للہ کہ ان شہادتوں سے سارا قرآن شریف بھرا ہوا ہے اب موازنہ کرنا چاہیئے۔ کہ کجا خدا تعالےٰ کی پاک شہادت جس میں کذب ممکن نہیں اور کجا دیدہ جھوٹ اور مبالغہ آمیز شہادتیں سے

بہ نزدیک دانائے بیدار دل جوئے سیم بہتر زصد تودہ گل

افترائی باتوں پر کیوں تعجب کرنا چاہیئے ایسا بہت کچھ ہوا ہے اور ہوتا ہے عیسائیوں کو آپ اقرار ہے کہ ہم ہی سے بہت سے لوگ ابتدائی زمانوں میں اپنی طرف سے کتابیں لکھ کر بہت کچھ کمالات اپنے بزرگوں کے ان میں لکھکر پھر خدا تعالےٰ کی طرف اُن کو منسوب کرتے رہے ہیں۔ اور دعوے کر دیا جاتا تھا کہ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کتابیں ہیں۔ پس جبکہ قدیم عادت عیسائیوں اور یہودیوں کی یہی جعلسازی چلی آئی ہے تو پھر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ متی وغیرہ انجیلوں کو اس عادت سے کیوں باہر رکھا جائے حالانکہ اس ساہوکار کی طرح جسکا روز نامچہ اور بہی کھاتہ بوجہ صریح تناقض اور مشکوکیت سے پوشیدہ حال کو ظاہر کر رہا ہو ہر چہار انجیلوں سے وہ کارستانی ظاہر ہو رہی ہے۔ جسکو انہوں نے چھپانا چاہا تھا۔ اسی وجہ سے یورپ اور امریکہ میں غور کرنیوالوں کی طبیعتوں میں ایک طوفان شکوک پیدا ہو گیا۔ اور جس ناقص اور متغیر اور مجسم خدا کیطرف انجیل رہنمائی کر رہی ہے اس کے قبول کرنے سے وہ دہریہ رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ میرے ایک دوست فاضل انگریز نے امریکہ سے بذریعہ اپنی کئی چٹھیوں کے مجھے خبر دی ہے کہ ان ملکوں میں دانشمندوں سے

کوئی بھی ایسا نہیں کہ عیسائی مذہب کو نقص سے خالی سمجھتا ہو۔ اور اسلام کے
قبول کرنے کے لئے مستعد نہ ہو۔ اور گو عیسائیوں نے قرآن شریف کے ترجمے
محرف اور بدنما کرکے یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں شائع کئے ہیں مگر ان کے
اندر جو نور چھپا ہوا ہے وہ پاکیزہ دلوں پر اپنا کام کر رہا ہے غرض امریکہ اور یورپ
آجکل ایک جوش کی حالت میں ہے اور انجیل کے عقیدوں نے جو برخلاف حقیقت ہیں
بڑی گھبراہٹ میں انہیں ڈال دیا ہے جہاں تک کہ بعضوں نے رائے ظاہر کی
کہ مسیح یا عیسیٰ نام خارج میں کوئی شخص کبھی پیدا نہیں ہوا بلکہ اس سے آفتاب مراد ہے
اور ۱۲ حواریوں سے بارہ برج مراد ہیں۔ اور پھر اس مذہب عیسائی کی حقیقت
زیادہ تر اس بات سے کھلتی ہے کہ جن نشانیوں کو حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ اگر تم
میری پیروی کروگے تو ہر ایک طرح کی برکت اور قبولیت میں میرا ہی روپ بن جاؤ گے
اور معجزات اور قبولیت کے نشان تمکو دیئے جائیں گے اور تمہارے مومن ہونے کی
یہی علامت ہوگی کہ تم طرح طرح کے نشان دکھلا سکو گے اور جو چاہو گے تمہارے
لئے وہی ہوگا۔ اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہیں ہوگی۔ لیکن عیسائیوں کے
ہاتھ میں ان برکتوں میں سے کچھ بھی نہیں وہ اس خدا سے ناآشنا محض ہیں جو اپنے
مخصوص بندوں کی دعائیں سنتا ہے اور انہیں آمنے سامنے شفقت اور رحمت
کا جواب دیتا ہے اور عجیب عجیب کام ان کے لئے کر دکھاتا ہے۔ لیکن سچے
مسلمان جو ان راستبازوں کے قائم مقام اور وارث ہیں جو ان سے پہلے گذر
چکے ہیں۔ وہ اس خدا کو پہچانتے اور اسکی رحمت کے نشانوں کو دیکھتے ہیں۔ اور اپنے
مخالفوں کے سامنے آفتاب کیطرح جو ظلمت کے مقابل ہو مابہ الامتیاز رکھتے ہیں۔
ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ اس دعویٰ کو بلا دلیل نہیں سمجھنا چاہیئے سچے اور جھوٹے مذہب
میں ایک آسمان پر فرق ہے۔ اور ایک زمین پر۔ زمین کے فرق سے مراد وہ فرق ہے
جو انسان کی عقل اور انسان کا کانشنس اور قانون قدرت اس عالم کا اسکی تشریح
کرتا ہے۔ سو عیسائی مذہب اور اسلام کو جب اس محک کی رو سے جانچا جائے تو

صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام وہ فطرتی مذہب ہے۔ جس کے اصولوں میں کوئی تصنع اور تکلف نہیں اور جس کے احکام میں کوئی مستحدث اور بناوٹی امر نہیں اور کوئی ایسی بات نہیں جو زبردستی منوانی پڑے۔ اور جیسا کہ خداتعالیٰ نے جابجا آپ فرمایا ہے۔ قرآن شریف صحیفۂ فطرت کے تمام علوم اور اس کی صداقتوں کو یاد دلاتا ہے اور اسکے اسرار غامضہ کو کھولتا ہے اور کوئی نئے امور برخلاف اس کے پیش نہیں کرتا بلکہ درحقیقت اسی کے معارف دقیقہ ظاہر کرتا ہے برخلاف اس کے عیسائیوں کی تعلیم جس کا انجیل پر حوالہ دیا جاتا ہے ایک نیا خدا پیش کر رہی ہے جس کی خودکشی پر دنیا کی گناہ اور عذاب سے نجات موقوف اور اس کے دکھ اٹھانے پر خلقت کا آرام موقوف اور اس کے بے عزت اور ذلیل ہونے پر خلقت کی عزت موقوف خیال کی گئی ہے پھر بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک ایسا عجیب خدا ہے کہ ایک حصہ اس کی عمر کا تو منزہ عن الجسم وعن عیوب الجسم میں گذرا ہے۔ اور دوسرا حصہ عمر کا کسی نامعلوم بدبختی کی وجہ سے ہمیشہ کے تجسم اور تحیز کی قید میں اسیر ہو گیا۔ اور گوشت پوست استخوان وغیرہ سب کے سب اس کی روح کے لئے لازمی ہو گئے اور اس تجسم کی وجہ سے کہ اب ہمیشہ اس سے ساتھ رہیگا انواع و اقسام کے اس کو دکھ اٹھانے پڑے آخر دکھوں کے غلبہ سے مر گیا۔ اور پھر زندہ ہوا۔ اور اسی جسم نے پھر آکر اس کو پکڑ لیا۔ اور ابدی طور پر اُسے پکڑے رہے گا۔ کبھی مخلصی نہیں ہو گی۔ اب دیکھو کیا کوئی فطرت صحیحہ اس اعتقاد کو قبول کر سکتی ہے؟ کیا کوئی پاک کانشنس اسکی شہادت دے سکتا ہے؟ کیا قانون قدرت کا ایک جزو بھی خدا بے عیب و بے نقص و غیر متغیر کے لئے یہ حوادث و آفات روا رکھ سکتا ہے کہ اس کو ہمیشہ ہر ایک عالم کے پیدا کرنے اور پھر اس کو نجات دینے کیلئے ایک مرتبہ مرنا درکار ہے اور بجز خودکشی اپنے کسی فاضلہ خیر کی صفت کو ظاہر نہیں کر سکتا۔ اور نہ کسی قسم کا اپنی مخلوقات کو دنیا یا آخرت میں آرام پہنچا سکتا ہے ظاہر ہے کہ اگر خداتعالیٰ کو اپنی رحمت بندوں پر نازل کرنے کیلئے خودکشی کی ضرورت ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمیشہ اس کو دائمی موت کا پیالہ آتا رہے اور ہمیشہ نئے سے نئے مصلوب ہونے کا مزہ چکھنا پڑے اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ ہندوؤں کے پرمیشور کی طرح معطل الصفات ہو۔

اب خود ہی سوچو کہ کیا ایسا عاجز اور درماندہ خدا ہو سکتا ہے کہ جو بغیر خودکشی کے اپنی مخلوقات کو کبھی اور کسی زمانہ میں کوئی نفع پہونچا نہیں سکتا کیا یہ حالت ضعف اور ناتوانی کی خدائے قادر مطلق کے لایق ہے۔ پھر عیسائیوں کے خدا کی موت کا نتیجہ دیکھئے تو کچھ بھی نہیں ان کے خدا کی جان گئی۔ مگر شیطان کے وجود اور اس کے کارخانہ کا ایک بال بھی بینکا نہ ہوا۔ وہی شیطان اور وہی اس کے چیلے جو پہلے تھے اب بھی ہیں۔ چوری ڈکیتی۔ زنا۔ قتل۔ دروغ گوئی۔ شراب خواری۔ قمار بازی۔ دنیا پرستی۔ بے ایمانی کفر شرک۔ دہریہ پن۔ اور دوسرے صدہا طرح کے جرایم جو قبل از مصلوبیت مسیح تھے اب بھی اُسی زور و شور میں ہیں۔ بلکہ کچھ چڑھ۔ بڑھ کر۔ مثلاً دیکھئے کہ اس زمانہ میں کہ جب ابھی مسیحیوں کا خدا زندہ تھا۔ عیسائیوں کی حالت اچھی تھی جبھی کہ اس خدا پر موت آئی۔ جس کو کفارہ کہا جاتا ہے۔ تبھی سے عجیب طور پر شیطان اس قوم پر سوار ہو گیا۔ اور گناہ اور نافرمانی اور نفس پرستی کے ہزارہا دروازے کھل گئے۔ چنانچہ عیسائی لوگ خود اس بات کے قایل ہیں اور پادری فنڈر صاحب مصنف میزان الحق فرماتے ہیں۔ کہ عیسائیوں کی کثرت گناہ اور اُن کی اندرونی بدچلنی اور فسق و فجور کے پھیلنے کی وجہ سے ہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم بغرض سزا دہی اور تنبیہ عیسائیوں کے بھیجے گئے تھے۔ پس ان تقریروں سے ظاہر ہے کہ زیادہ تر گناہ اور معصیت کا طوفان مسیح کے مصلوب ہونے کے بعد ہی عیسائیوں میں اُٹھا ہے اس سے ثابت ہے کہ مسیح کا مرنا اس غرض سے نہیں تھا کہ گناہ کی تیزی اس کی موت سے کچھ رو بکمی ہو جائیگی۔ مثلاً اس کے مرنے سے پہلے اگر لوگ بہت شراب پیتے تھے یا اگر بکثرت زنا کرتے تھے یا اگر بے دیندار رہتے تھے تو مسیح کے مرنے کے بعد یہ ہر یک قسم کے گناہ دور ہو جائیں گے کیونکہ یہ بات مستغنی عن الثبوت ہے کہ جسقدر اب شراب خوری و دنیا پرستی و زناکاری خاص کر یورپ کے ملکوں میں ترقی پر ہے کوئی دانا ہرگز خیال نہیں کر سکتا کہ مسیح کی موت سے پہلے ہی طوفان فسق و فجور کا برپا ہو رہا تھا بلکہ اس کا ہزارم حصہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا اور انجیلوں پر غور کرکے بکمال صفائی کھل جاتا ہے کہ مسیح کو ہرگز منظور نہ تھا کہ یہودیوں کے ہاتھ میں پکڑا جائے اور مارا جائے اور

صلیب پر کھینچا جائے۔ کیونکہ اگر یہی منظور ہوتا تو ساری رات اس بلا کے دفعہ کرنے کے لئے کیوں روتا رہتا۔ اور رو رو کر کیوں یہ دعا کرتا کہ اے ابّا! اے باپ! تجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے بلکہ سچ یہی ہے کہ مسیح بغیر اپنی مرضی کے ناگہانی طور پر پکڑا گیا اور اس نے مرتے وقت بھی رو رو کر یہی دعا کی کہ ایلی ایلی لما سبقتنی کہ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

اس سے بوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ مسیح زندہ رہنا اور کچھ اَور دن دنیا میں قیام کرنا چاہتا تھا۔ اور اس کی روح نہایت بے قراری سے تڑپ رہی تھی کہ کسی طرح اس کی جان بچ جائے۔ لیکن بلا مرضی اس کے یہ سفر اس کو پیش آ گیا تھا اور نیز یہ بھی غور کرنے کی جگہ ہے کہ قوم کے لئے اس طریقہ پر مرنے سے جیسا کہ عیسائیوں نے تجویز کیا ہے۔ مسیح کو کیا حاصل تھا اور قوم کو اُس سے کیا فایدہ اگر وہ زندہ رہتا تو اپنی قوم میں بڑی بڑی اصلاحیں کرتا بڑے بڑے عیب ان سے دور کر کے دکھاتا مگر اس کی موت نے کیا کر کے دکھایا بجز اس کے کہ اس کے بے وقت مرنے سے صدہا فتنے پیدا ہوئے اور ایسی خرابیاں ظہور میں آئیں۔ جن کی وجہ سے ایک عالم ہلاک ہو گیا۔ یہ سچ ہے کہ جوانمرد لوگ قوم کی بھلائی کے لئے اپنی جان بھی فدا کر دیتے ہیں۔ یا قوم کے بچاؤ کے لئے جان کو معرض ہلاکت میں ڈالتے ہیں مگر نہ ایسے لغو اور بیہودہ طور پر جو مسیح کی نسبت بیان کیا جاتا ہے بلکہ جو شخص دانشمندانہ طور سے قوم کے لئے جان دیتا ہے۔ یا جان کو معرض ہلاکت میں ڈالتا ہے وہ تو معقول اور پسندیدہ اور کار آمد اور صریح مفید طریقوں میں سے کوئی ایسا اعلیٰ اور بدیہی النفع طریقہ فدا ہونے کا اختیار کرتا ہے جس طریقے کے استعمال سے گو اس کو تکلیف پہنچ جائے یا جان ہی جائے۔ یہ تو نہیں کہ پھانسی لیکر یا زہر کھا کر یا کسی کوئیں میں گرنے سے خودکشی کا مرتکب ہو اور پھر یہ خیال کرے کہ میری خودکشی قوم کے لئے بہبودی کا موجب ہو گی۔ ایسی حرکت تو دیوانوں کا کام ہے۔ نہ عقلمند اور دیندار ونکا بلکہ یہ موت حرام ہے اور بجز سخت جاہل اور سادہ لوح کے کوئی اس کا ارادہ نہیں کرتا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ کامل اور اولوالعزم آدمی کا مرنا بجز اُس حالت کے کہ بہتوں کے بچاؤ کے لئے کسی معقول اور معروف طریق پر مرنا ہی پڑے قوم کے لئے اچھا نہیں بلکہ بڑی مصیبت اور ماتم کی جگہ ہے اور ایسا شخص جسکی ذات سے

خلق اللہ کو طرح طرح کا فایدہ پہنچ رہا ہے۔ اگر خودکشی کا ارادہ کرے تو وہ خدا تعالیٰ کا سخت گنہگار ہے اور اس کا گناہ دوسرے ایسے مجرموں کی نسبت بہت زیادہ ہے پس ہر ایک ایسے کامل کے لئے لازم ہے کہ اپنے لئے جناب باریتعالےٰ سے درازی عمر مانگے تا وہ خلق اللہ کے لئے ان سارے کاموں کو بخوبی انجام دے سکے۔ جن کے لئے اس کے دل میں جوش ڈالا گیا ہے ہاں شریر آدمی کا مرنا اس کے لئے بہتر ہے تا شرارتوں کا ذخیرہ زیادہ نہ ہوتا جائے۔ اور خلق اللہ اس کے ہر روز کے فتنہ سے تباہ نہ ہو جائے اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ تمام پیغمبروں میں سے قوم کے بچاؤ کے لئے اور الٰہی جلال کے اظہار کی غرض سے معقول طریقوں کے ساتھ اور ضروری حالتوں کے وقت میں کس پیغمبر نے زیادہ تر اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالا اور قوم پر اپنے تئیں فدا کرنا چاہا آیا مسیح یا کسی اور نبی یا ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو اس کا جواب جس پُرجوش اور روشن دلایل اور آیات بینات اور تاریخی ثبوت سے میرے سینہ میں بھرا ہوا ہے میں افسوس کے ساتھ اس جگہ اسکا لکھنا چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ بہت طویل ہے یہ تھوڑا سا مضمون اس کی برداشت نہیں کر سکتا۔ انشاء اللہ القدیر اگر عمر نے وفا کی تو آیندہ ایک رسالہ مستقلاً اس بارہ میں لکھوں گا۔ لیکن بطور مختصر اس جگہ بشارت دیتا ہوں کہ وہ فرد کامل جو قوم پر اور تمام بنی نوع پر اپنے نفس کو فدا کرنے والا ہے وہ ہمارے نبی کریم ہیں یعنے سیدنا و مولانا و حیدنا و فریدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ الرسول النبی الامی العربی القرشی صلے اللہ علیہ وسلم۔

حاشیہ تازہ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ کروڑ ساٹھ ہزار پونڈ کا ہر سال سلطنت برطانیہ میں شراب نوشی میں خرچ ہوتا ہے (اور ایک نامہ نگار ایم اے کی تحریر ہے) کہ شراب کی بدولت لنڈن میں صدہا خودکشی کی وارداتیں ہو جاتی ہیں اور خاص لنڈن میں شاید منجملہ تیس لاکھ آبادی کے دس ہزار آدمی مے نوش نہ ہوں گے ورنہ سب مرد عورت خوشی اور آزادی سے شراب پیتے اور پلاتے ہیں۔ اہل لنڈن کا کوئی ایسا جلسہ اور سوسائٹی اور محفل نہیں ہے کہ جس میں سب سے پہلے برانڈی الفدشری اور لال شراب کا انتظام نہ کیا جاتا ہو ہر ایک جلسہ کا جزو اعظم شراب کو قرار دیا جاتا ہے اور طرفہ براں یہ کہ لنڈن کے بڑے بڑے کشیش اور پادری صاحبان بھی باوجود

اس جگہ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دعا کا قبول ہونا دو طور سے ہوتا ہے ایک بطور ابتلا اور ایک بطور اصطفاء بطور ابتلا تو کبھی کبھی گنہگاروں اور نافرمانوں بلکہ کافروں کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ مگر ایسا قبول ہونا حقیقی قبولیت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ از قبیل استدراج و امتحان ہوتا ہے۔ لیکن جو بطور اصطفا دعا قبول ہوتی ہے اس میں یہ شرط ہے کہ دعا کرنے والا خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہو۔ اور چاروں طرف کے برگزیدگی کے انوار و آثار اس میں ظاہر ہوں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ حقیقی قبولیت کے طور پر نافرمانوں کی دعا ہرگز نہیں سنتا بلکہ انہیں کی سنتا ہے کہ جو اس کی نظر میں راستباز اور اس کے حکم پر چلنے والے ہوں۔ سو ابتلا اور اصطفا کی قبولیت ادعیہ میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ جو ابتلا کے طور پر دعا قبول ہوتی ہے اس میں متقی اور خدا دوست ہونا شرط نہیں اور نہ اس میں یہ ضرورت ہے کہ خدا تعالیٰ دعا کو قبول کر کے بذریعہ اپنے مکالمہ خاص کے اسکی قبولیت سے اطلاع بھی دیوے اور نہ وہ دعائیں ایسی اعلیٰ پایہ کی ہوتی ہیں۔ جنکا قبول ہونا ایک امر عجیب اور خارق عادت متصور ہو سکے لیکن جو دعائیں اصطفا کی وجہ سے قبول ہوتی ہیں ان میں یہ نشانیاں نمایاں ہوتی ہیں۔

(۱) اول یہ کہ دعا کرنے والا ایک متقی اور راستباز اور کامل فرد ہوتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ بذریعہ مکالمات الٰہیہ اس دعا کی قبولیت سے اس کو اطلاع دیجاتی ہے۔

کی وارداتیں واقعہ ہوتی ہیں کہ ہر ایک سال ان کا ایک حصہ باہر آتا ہے دیکھو فروری ۱۸۶۳ء اور ستمبر ۱۸۶۳ء اسی طرح ایک صاحب نے لنڈن کی عام زناکاری اور قریب ستر ستر ہزار کے ہر سال ولد الزنا کا پیدا ہونا ذکر کر کے وہ باتیں ان لوگوں کی بیحیائی کی لکھی ہیں کہ جنکی تفصیل سے قلم رکتا ہے بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ یورپ کے اول درجہ کے مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں کے اگر دس حصے کئے جائیں تو بلاشبہ نو حصے ان میں سے دہریہ ہوں گے جو مذہب کی پابندی اور خدا تعالیٰ کے اقرار اور جزاء و سزا کے اعتقاد سے فارغ ہو بیٹھے ہیں۔ اور یہ مرض دہریت کا دن بدن یورپ میں بڑھتا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دولت برطانیہ کی کشادہ دلی نے اسکی ترقی سے کچھ بھی کراہت نہیں کی۔ یہاں تک کہ بعض پکے دہریہ پارلیمنٹ کی کرسی پر بھی بیٹھ گئے۔ اور کچھ پروا نہیں کی گئی۔ نامحرم لوگوں کا نوجوان عورتوں کا بوسہ لینا صرف جائز

(۳) تیسری یہ کہ اکثر وہ دعائیں جو قبول کیجاتی ہیں نہایت درجہ کی اور پیچیدہ کاموں کے متعلق ہوتی ہیں۔ جنکی قبولیت سے کھلتا ہے کہ یہ انسان کا کام اور تدبیر نہیں۔ بلکہ خداتعالیٰ کا ایک خاص نمونہ قدرت ہے جو خاص بندوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) چوتھی یہ کہ ابتلائی دعائیں تو کبھی کبھی شاذ و نادر کے طور پر قبول ہوتی ہیں۔ لیکن اصطفائی دعائیں کثرت سے قبول ہوتی ہیں۔ بسا اوقات صاحب اصطفائی دعا کا ایسی بڑی بڑی مشکلات میں پھنس جاتا ہے کہ اگر اور شخص ان میں مبتلا ہو جاتا تو بجز خودکشی کے اور کوئی حیلہ اپنی جان بچانے کا ہرگز اُسے نظر نہ آتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا بھی ہے۔ کہ جب کبھی دنیا پرست لوگ جو خداتعالےٰ سے مہجور و دور ہیں۔ بعض بڑے بڑے ہموم و غموم و امراض و اسقام و بلیات لاینحل میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو آخر وہ بباعث ضعف ایمان خداتعالےٰ سے ناامید ہو کر کسی قسم کا زہر کھا لیتے ہیں یا کوئیں میں گرتے ہیں یا بندوق وغیرہ سے خودکشی کر لیتے ہیں۔ لیکن ایسے نازک وقتوں میں صاحب اصطفا کا بوجہ اپنی قوت ایمانی اور تعلق خاص کے خداتعالےٰ کیطرف سے نہایت عجیب در عجیب مدد دیا جاتا ہے اور عنایت الٰہی ایک عجیب طور سے اسکا ہاتھ پکڑ لیتی ہے یہانتک کہ ایک محرم راز کا دل بے اختیار بول اُٹھتا ہے کہ یہ شخص مؤید الٰہی ہے۔

(۵) پانچویں یہ کہ صاحب اصطفائی دعا کا مورد عنایات الٰہیّہ کا ہوتا ہے اور خداتعالےٰ اس کے تمام کاموں میں اس کا متولی ہو جاتا ہے اور عشق الٰہی کا نور اور مقبولانہ کبریائی کی مستی

بقیہ حاشیہ یہی نہیں بلکہ یوروپ کی نئی تہذیب میں ایک مستحسن امر قرار دیا گیا ہے کہ کوئی دعویٰ سے نہیں سکتا ہے کہ انگلستان میں کوئی ایسی عورت بھی ہے کہ جسکا عین جوانی کے دنوں میں کسی نامحرم جوان نے بوسہ نہ لیا ہو۔ دنیا پرستی اس قدر ہے کہ آر ویب الگزنڈر صاحب اپنی ایک چیٹھی میں (جو میرے نام بھیجی ہے) لکھتے کہ تمام مہذب اور تعلیم یافتہ جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی میری نظر میں ایسا نہیں۔ جسکی نگاہ آخرت کی طرف لگی ہوئی ہو۔ بلکہ تمام لوگ سر سے پیر تک دنیا پرستی میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اب ان تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ مسیح کے قربان ہونیکی وہ تاثیریں جو پادری لوگ ہندوستان میں آکر سادہ لوحوں کو سناتے ہیں سراسر پادری صاحبوں کا افترا ہے اور دراصل حقیقت یہی ہے کہ کفارہ کے مسئلہ کو قبول

اور روحانی لذت پاتی اور تنعم کے آثار اس کے چہرہ میں نمایاں ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے ٭ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِيَآؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔

ترجمہ خبردار ہو یعنی یقیناً سمجھ کہ جو لوگ اللہ جل شانہٗ کے دوست ہیں یعنی جو لوگ اللہ تعالےٰ سے سچی محبت رکھتے ہیں اور خدا تعالےٰ ان سے محبت رکھتا ہے تو ان کی یہ نشانیاں ہیں کہ نہ ان پر خوف مستولی ہوتا ہے کہ وہ کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے یا فلاں بلا سے کیونکر نجات ہوگی۔ کیونکہ وہ تسلی دیئے جاتے ہیں اور نہ گزشتہ کے متعلق کوئی حزن و اندوہ نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ صبر دیئے جاتے ہیں۔ دوسری یہ نشانی ہے کہ انہیں بذریعہ مکالمہ الٰہیہ و رویائے صالحہ بشارتیں ملتی رہتی ہیں اس جہان میں بھی اور دوسرے جہان میں بھی خدا تعالےٰ کا ان کی نسبت یہ عہد ہے جو ٹل نہیں سکتا اور یہی پیارا درجہ ہے جو انہیں ملا ہوا ہے۔ یعنی مکالمہ

بقیہ حاشیہ کر کے جس طرف عیسائیوں کی طبیعتوں نے پلٹا کھایا ہے وہ یہی ہے۔ کہ خمر اور خنزیری بکثرت پھیل گئی۔ خدا تعالےٰ کی عبادت سچی ایسے کرنا اور کلی رو بحق ہونا یہ سب باتیں موقوف ہوگئیں ہاں انتظامی تہذیب یوروپ میں بیشک پائی جاتی ہے۔ یعنی باہم رضامندی کے برخلاف جو گناہ ہیں جیسے سرقہ اور قتل اور زنا بالجبر وغیرہ جنکے ارتکاب سے شاہی قوانین نے بوجہ مصالح ملکی روک دیا ہے ان کا انسداد بیشک ہے مگر ایسے گناہوں کے انسداد کی یہ وجہ نہیں کہ مسیح کے کفارہ کا اثر ہوا ہے بلکہ رعب قوانین اور سوسائٹی کے دباؤ نے یہ اثر ڈالا ہوا ہے اگر یہ موانع درمیان نہ ہوں تو حضرات مسیحیاں سب کچھ کر گذریں اور پھر یہ جرائم بھی تو اور ملکوں کی طرح یوروپ میں بھی پھیلتے رہتے ہیں انسداد کلی تو نہیں۔

٭ یاد رہے یہ قرآن مجید کی مختلف مقامات کی آیتیں ہیں (ایڈیٹر)

الٰہیہ اور رویائے صالحہ سے خدا تعالےٰ کے مخصوص بندوں کو جو اس کے ولی ہیں ضرور حصّہ ملتا ہے اور انکی ولایت کا بھاری نشان یہی ہے کہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے مشرف ہوں (یہی قانون قدرت اللہ جلشانہٗ کا ہے) کہ جو لوگ ارباب متفرقہ سے منہ پھیر کر اللہ جلشانہٗ کو اپنا رب سمجھ لیں اور کہیں کہ ہمارا تو ایک اللہ ہی رب ہے (یعنے اور کسی کی ربوبیت پر ہماری نظر نہیں) اور پھر آزمائشوں کے وقت میں مستقیم رہیں (کیسے ہی زلزلے آویں اندھیاں چلیں تاریکیاں پھیلیں ان میں ذرا تزلزل اور تغیر اور اضطراب پیدا نہ ہو پوری پوری استقامت پر رہیں) تو انپر فرشتے اترتے ہیں یعنے الہام اور رویائے صالحہ کے ذریعہ سے انہیں بشارتیں ملتی رہتی ہیں) کہ دنیا و آخرت میں ہم تمہارے دوست اور متولی اور متکفل ہیں اور آخرت میں جو کچھ تمہارے جی چاہیں گے وہ سب تمہیں ملیگا یعنے اگر دنیا میں کچھ مکروہات بھی پیش آویں تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں کیونکہ آخرت میں تمام غم دور ہو جائیں گے اور سب مرادیں حاصل ہوں گی اگر کوئی کہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آخرت میں جو کچھ انسان کا

اب جاننا چاہیئے کہ محبوبیت اور قبولیت اور ولایت حقہ کا درجہ جس کے کسی قدر مختصر طور پر نشان بیان کر چکا ہوں۔ یہ بجز اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا نفس چاہے اس کو ملے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ہونا نہایت ضروری ہے اور اسی بات کا نام نجات ہے ورنہ اگر انسان نجات پاکر بعض چیزوں کو چاہتا رہا اور ان کے غم میں کباب ہوتا اور جلتا رہا۔ مگر وہ چیزیں اس کو نہ ملیں تو پھر نجات کاہے کی ہوئی۔ ایک قسم کا عذاب تو ساتھ ہی رہا۔ لہذا ضرور ہے کہ جنت یا بہشت یا مکتی خانہ یا سرگ جو نام اس مقام کا رکھا جائے جو انتہائے سعادت پانے کا گھر ہے وہ ایسا گھر چاہیئے کہ انسان کو من کل الوجوہ اس میں مصفا خوشی حاصل ہو اور کوئی ظاہری یا باطنی رنج کی بات درمیان نہ ہو اور کسی ناکامی کی سوزش دل پر غالب نہ ہو۔ ہاں یہ سچ بات ہے کہ بہشت میں نالائق و نامناسب باتیں نہیں ہوں گی۔ مگر مقدس دلوں میں ان کی خواہش بھی پیدا نہ ہو گی۔ بلکہ ان مقدس اور مطہر دلوں میں جو شیطانی خیالات سے پاک کئے گئے ہیں۔ انسان کی پاک فطرت اور خالق کی پاک مرضی کے موافق پاک خواہشیں پیدا ہوں گی۔ تا انسان اپنی ظاہری اور باطنی اور بدنی اور روحانی سعادت کو پہنچے

پورے طور پر پالیوے۔ اور اپنے جمیع قویٰ کے کامل ظہور سے کامل انسان کہلاوے کیونکہ بہشت میں داخل کرنا انسانی نفس کے مٹادینے کی غرض سے نہیں جیسا کہ ہمارے مخالف عیسائی اور آریہ خیال کرتے ہیں۔ بلکہ اس غرض سے ہے کہ تا انسانی فطرت کے نقوش ظاہراً و باطناً بطور کامل چمکیں اور سب بے اعتدالیاں دور ہو کر ٹھیک ٹھیک وہ امور جلوہ نما ہو جائیں جو انسان کامل کے لئے بلحاظ ظاہری و باطنی خلقت اس کے ضروری ہیں۔

اور پھر فرمایا کہ جب میرے مخصوص بندے (جو برگزیدہ ہیں) میرے بارے میں سوال کریں اور پوچھیں کہ کہاں ہیں تو انہیں معلوم ہو کہ میں بہت ہی قریب ہوں اپنے مخلص بندوں کی دعا سنتا ہوں جبھی کہ کوئی مخلص بندہ دعا کرتا ہے۔ (خواہ دل سے یا زبان سے) سن لیتا ہوں (پس اس سے قرب ظاہر ہے) مگر چاہیئے کہ وہ اپنی ایسی حالت بنائے رکھیں جس سے میں انکی دعائیں سن لیا کروں۔ یعنے انسان اپنا حجاب آپ ہو جاتا ہے۔ جب پاک حالت کو چھوڑ کر دور جا پڑتا ہے تب خدا تعالےٰ بھی اُس سے دور ہو جاتا ہے۔ اور سچے متبع کے مقابل پر اگر کوئی عیسائی یا آریہ یا یہودی قبولیت کے آثار و انوار دکھلانا چاہے تو یہ اس کے لئے ہرگز ممکن نہ ہوگا ایک نہایت صاف طریق امتحان کا یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان صالح کے مقابل پر جو سچا مسلمان اور سچائی سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو کوئی دوسرا شخص عیسائی وغیرہ معارضہ کے طور پر کھڑا ہو اور یہ کہے کہ جسقدر تجھ پر آسمان سے کوئی نشان ظاہر ہوگا یا جسقدر اسرار غیبیہ تجھ پر کھلیں گے یا جو کچھ قبولیت دعاؤں سے تجھے مدد دیجائے گی یا جس طور سے تیری عزت اور شرف کے اظہار کے لئے کوئی نمونہ قدرت ظاہر کیا جائیگا یا اگر انعامات خاصہ کا بطور پیش گوئی تجھے وعدہ دیا جائے گا یا اگر تیرے کسی موذی مخالف پر کسی تنبیہ کے نزول کی خبر دیجائیگی تو اُن سب باتوں میں جو کچھ تجھ سے ظہور میں آجائیگا۔ اور جو کچھ تو دکھلائیگا وہ میں بھی دکھلاؤنگا۔ تو ایسا معارضہ کسی مخالف سے ہرگز ممکن نہیں اور ہرگز مقابل پر نہیں آئینگے۔ کیونکہ اُن کے دل شہادت دے رہے ہیں کہ وہ کذاب ہیں انہیں اس سچے خدا سے کچھ بھی تعلق نہیں کہ جو راستبازوں کا مددگار اور صدیقوں کا دوستدار ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی کسی قدر بیان کر چکے ہیں سو ھذا آخر کلامنا والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاھراً و باطناً ھو مولٰنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بشپ صاحب لاہور سے ایک سچے فیصلہ کی درخواست

میں نے سنا ہے کہ بشپ صاحب لاہور نے مسلمانوں کو اس بات کی دعوت کی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابل پر اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا ثابت کر کے دکھلادیں میرے نزدیک بشپ صاحب موصوف کا یہ بہت عمدہ ارادہ ہے کہ وہ اس بات کا تصفیہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں بزرگ نبیوں میں سے ایسا نبی کون ہے۔ جس کی زندگی پاک اور مقدس ہو لیکن میں سمجھ نہیں سکتا کہ اس سے ان کی کیا غرض ہے کہ کسی نبی کا معصوم ہونا ثابت کیا جائے یعنے پبلک کو یہ دکھلایا جائے کہ اس نبی سے اپنی عمر میں کوئی گناہ صادر نہیں ہوا۔ میرے نزدیک یہ ایسا طریق بحث ہے جس سے کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ تمام قوموں کا اس پر اتفاق نہیں ہے کہ فلاں قول اور فعل گناہ میں داخل ہے اور فلاں گفتار اور کردار گناہ میں داخل نہیں ہے مثلاً بعض فرقے شراب پینا سخت گناہ سمجھتے ہیں اور بعض کے عقیدہ کے موافق جب تک روٹی توڑ کر شراب میں نہ ڈالی جائے اور ایک نو مرید مع بزرگان دین کے اس روٹی کو نہ کھاوے اور اس شراب کو نہ پیوے تب تک دیندار ہونے کی پوری سند حاصل نہیں ہوسکتی۔ ایسا ہی بعض کے نزدیک اجنبی عورت کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا بھی زنا ہے مگر بعض کا یہ مذہب ہے کہ ایک خاوند والی عورت بیگانہ مرد سے بیشک اس صورت میں ہمبستر ہو جائے جبکہ کسی وجہ سے اولاد ہونے سے نومیدی ہو اور یہ کام نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کا موجب ہے اور اختیار ہے کہ دس یا گیارہ بچوں کے پیدا ہونے تک ایسی عورت بیگانہ مرد سے بدکاری میں مشغول رہے۔ ایسا ہی ایک کے نزدیک جوں یا پسو مارنا بھی حرام ہے اور دوسرا تمام جانوروں کو سبز ترکاریوں کی طرح سمجھتا ہے اور ایک

کے مذہب میں سؤر کا چھونا بھی انسان کو ناپاک کر دیتا ہے اور دوسرے کے مذہب میں تمام سفید و سیاہ سؤر بہت عمدہ غذا ہیں۔ اب اس سے ظاہر ہے کہ گناہ کے مسئلہ میں دنیا کو کلی اتفاق نہیں ہے عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح خدائی کا دعویٰ کرکے پھر بھی اوّل درجہ کے معصوم ہیں۔ مگر مسلمانوں کے نزدیک اس سے بڑھکر کوئی بھی گناہ نہیں کہ انسان اپنے تئیں یا کسی اور کو خدا کے برابر ٹھہرا دے غرض یہ طریق مختلف فرقوں کے لئے ہرگز حق شناسی کا معیار نہیں ہو سکتا جو لشپ صاحب نے اختیار کیا ہے ہاں یہ طریق نہایت عمدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مقدس محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا علمی اور عملی اور اخلاقی اور تقدسی اور برکاتی اور تاثیراتی اور ایمانی اور عرفانی اور افاضۂ خیر اور طریق معاشرت وغیرہ وجوہ فضایل میں باہم موازنہ اور مقابلہ کیا جائے یعنے یہ دکھلایا جاوے کہ ان تمام امور میں کسکی فضیلت اور فوقیت ثابت ہے اور کسکی ثابت نہیں کیونکہ جب ہم کلام کلی کے طور پر تمام طریق فضیلت کو مدنظر رکھکر ایک نبی کے وجوہ فضایل بیان کریں گے تو ہم پر یہ طریق بھی کھلا ہوگا کہ اُسی تقریب پر ہم اُس نبی کی پاک باطنی اور تقدس اور طہارت اور معصومیت کے وجوہ بھی جسقدر ہمارے پاس ہوں بیان کردیں۔ اور چونکہ اس قسم کا بیان صرف ایک جزوی بیان نہیں ہے بلکہ بہت سی اور شاخوں پر مشتمل ہے اس لئے پبلک کے لئے آسانی ہوگی کہ اس تمام مجموعہ کو زیر نظر رکھکر اس حقیقت تک پہونچ جاویں کہ ان دونوں نبیوں میں سے درحقیقت افضل اور اعلےٰ شان کس نبی کو حاصل ہے اور گو ہر ایک شخص فضایل کو بھی اپنے مذاق پر ہی قرار دیتا ہے مگر چونکہ یہ انسانی فضایل کا ایک کافی مجموعہ ہوگا۔ اس لئے اس طریق سے افضل اور اعلےٰ کے جانچنے میں وہ مشکلات نہیں پڑیں گے جو صرف معصومیت کی بحث میں پڑتی ہیں۔ بلکہ ہر ایک مذاق کے انسان کے لئے اس مقابلہ اور موازنہ کے وقت ضرور ایک ایسا قدر مشترک حاصل ہو جائیگا جس سے بہت صاف اور سہل طریقہ پر نتیجہ نکل آئے گا۔ کہ ان تمام فضایل میں سے فضایل کثیرہ کا مالک اور جامع کون ہے۔ پس اگر ہماری

سچتیں محض خدا کے لئے ہیں تو ہمیں وہی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ جس میں کوئی اشتباہ اور کدورت نہ ہو کیا یہ سچ نہیں ہے کہ معصومیت کی بحث میں پہلے قدم میں ہی یہ سوال پیش آئیگا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے عقیدہ کے رو سے جو شخص عورت کے پیٹ سے پیدا ہو کر خدا یا خدا کا بیٹا ہونا اپنے تئیں بیان کرتا ہے وہ سخت گنہ گار بلکہ کافر ہے تو پھر اس صورت میں معصومیت کیا باقی رہی۔ اور اگر کہو کہ ہمارے نزدیک ایسا دعوی نہ گناہ نہ کفر کی بات ہے تو پھر اُسی الجھن میں آپ پڑ گئے جس سے بچنا چاہیئے تھا کیونکہ جیسا آپ کے نزدیک حضرت مسیح کے لئے خدائی کا دعویٰ کرنا گناہ کی بات نہیں ہے۔ ایسا ہی ایک شاکت مت والے کے نزدیک ماں بہن سے بھی زنا کرنا گناہ کی بات نہیں ہے اور آریہ صاحبوں کے نزدیک ہر ایک ذرہ کو اپنے وجود کا آپ ہی خدا جاننا اور اپنی پیاری بیوی کو باوجود اپنی موجودگی کے کسی دوسرے سے ہمبستر کرا دینا کچھ بھی گناہ کی بات نہیں۔ اور سناتن دہرم والوں کے نزدیک راجہ رامچندر اور کرشن کو اوتار جاننا اور پرمیشر ماننا اور پتھروں کے آگے سجدہ کرنا کچھ گناہ کی بات نہیں اور ایک گبر کے نزدیک آگ کی پوجا کرنا کچھ گناہ کی بات نہیں اور ایک فرقہ یہودیوں کے مذہب کے موافق غیر قوموں کے مال کی چوری کر لینا اور ان کو نقصان پہونچانا کچھ گناہ کی بات نہیں۔ اور بجز مسلمانوں کے سب کے مذہب کے نزدیک سود لینا کچھ گناہ کی بات نہیں تو اب ایسا کون فارغ ہے کہ ان جھگڑوں کا فیصلہ کرے اس لئے حق کے طالب کے لئے افضل اور اعلےٰ نبی کی شناخت کے لئے یہی طریق کھلا ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔ اور اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ تمام قومیں معصومیت کی وجوہ ایک ہی طرح سے بیان کرتی ہیں یعنے اس بیان میں اگر تمام مذہبوں والے متفق بھی ہوں کہ فلاں فلاں امر گناہ میں داخل ہے جس سے باز رہنے کی حالت میں انسان معصوم کہلا سکتا ہے تو گو ایسا فرض کرنا غیر ممکن ہے تاہم محض اس امر کی تحقیق ہونے سے کہ ایک شخص شراب نہیں پیتا۔ رہزنی نہیں کرتا ڈاکہ نہیں مارتا خون نہیں کرتا۔ جھوٹی گواہی نہیں دیتا ایسا شخص صرف اس قسم کی معصومیت کی وجہ سے انسان کامل ہونے کا ہرگز مستحق نہیں ہو سکتا اور نہ کسی حقیقی اور اعلیٰ نیکی کا مالک ٹھہر سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کسی کو

اپنا یہ احسان جتلائے کہ باوجودیکہ میں نے کئی دفعہ یہ موقعہ پایا کہ تیرے گھر کو آگ لگا دوں اور تیرے شیر خوار بچے کا گلا گھونٹ دوں مگر پھر بھی میں نے آگ نہیں لگائی اور نہ تیرے بچے کا گلا گھونٹا۔ تو ظاہر ہے کہ عقلمندوں کے نزدیک یہ کوئی اعلیٰ درجہ کی نیکی نہیں سمجھی جائے گی اور نہ ایسے حقوق اور فضایل کو پیش کرنیوالا ایسا ناس انسان خیال کیا جائے گا۔ ورنہ ایک حجام اگر یہ احسان جتلا کر ہمیں ممنون بنانا چاہے کہ بالوں کے کاٹنے یا درست کرنے کے وقت مجھے یہ موقع ملا تھا کہ میں تمہارے سر یا گردن یا ناک پر استرہ مار دیتا مگر میں نے یہ نیکی کی کہ نہیں مارا؟ تو کیا اس سے وہ ہمارا اعلیٰ درجہ کا محسن ٹھہر جائے گا اور والدین کے حقوق کیطرح اس کے حقوق بھی تسلیم کئے جائیں گے؟ نہیں بلکہ وہ ایک طور کے جرم کا مرتکب ہے جو اپنی ایسی صفات ظاہر کرتا ہے اور ایک دانشمند حاکم کے نزدیک ضمانت لینے کے لایق ہے۔ غرض یہ کوئی اعلیٰ درجہ کا احسان نہیں ہے کہ کسی نے بدی کرنے سے اپنے تئیں بچائے رکھا کیونکہ قانون سزا بھی تو اُسے روکتا تھا۔ مثلاً اگر کوئی شریر نقب لگانے یا اپنے ہمسایہ کا مال چرانے سے رک گیا ہے تو کیا اسکی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ اس شرارت سے باز رہکر اس سے نیکی کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ قانون سزا بھی تو اُسے ڈرا رہا تھا۔ کیونکہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر میں نقب زنی کے وقت یا کسی کے گھر میں آگ لگانے کے وقت یا کسی بے گناہ پر پستول چھوڑنے کے وقت یا کسی بچے کا گلا گھونٹنے کے وقت پکڑا گیا تو پھر گورنمنٹ پوری سزا دیکر جہنم تک پہونچائیگی۔ غرض اگر یہی حقیقی نیکی اور انسان کا اعلیٰ جوہر ہے تو پھر ہم تمام جرائم پیشہ ایسے لوگوں کے محسن ٹھہر جائیں گے۔ جنکو انہوں نے کوئی ضرر نہیں پہونچایا۔ لیکن جن بزرگواروں کو ہم انسان کامل کا خطاب دینا چاہتے ہیں کیا انکی بزرگی کے اثبات کیلئے یہاں یہی وجوہ پیش کرنے چاہئیں کہ کبھی انہوں نے کسی شخص کے گھر کو آگ نہیں لگائی چوری نہیں کی کسی بیگانہ عورت پر حملہ نہیں کیا ڈاکہ نہیں مارا کسی بچے کا گلا نہیں گھونٹا حاشا وکلا یہ کمینہ باتیں ہرگز کمال کی وجوہ نہیں ہو سکتیں بلکہ ایسے ذکر سے تو ایک طور سے ہجو نکلتی ہے

مثلاً اگر یہ کہوں کہ میری دانست میں زید جو ایک شہر کا معزز اور نیکنام رئیس ہے فلاں ڈاکہ میں شریک نہیں ہے یا فلاں عورت کو جو چند آدمی زنا کے لئے پہلا کرلے گئے تھے۔ اس سازش سے زید کا کچھ تعلق نہ تھا تو ایسے بیان میں میں زید کی ایک طریق سے ازالہ حیثیت عرفی کر رہا ہوں کیونکہ پوشیدہ طور پر پبلک کو احتمال کا موقع دیتا ہوں کہ وہ اس مادہ کا آدمی ہے گو اس وقت شریک نہیں ہے پس خدا کے نبیوں کی تعریف اسی حد تک ختم کر دینا بلاشبہ انکی ایک سخت مذمت ہے۔ اور اسی بات کو ان کا بڑا کمال سمجھنا کہ جرائم پیشہ لوگوں کی طرح ناجائز تکالیف عامہ سے انہوں نے اپنے تئیں بچایا ان کے مرتبہ عالیہ کی بڑی ہتک ہے۔ اول تو بدی سے باز رہنا جس کو معصومیت کہا جاتا ہے کوئی اعلےٰ صفت نہیں ہے دنیا میں ہزاروں اس قسم کے لوگ موجود ہیں کہ ان کو موقع نہیں ملا کہ وہ نقب لگائیں یا ڈاکہ ماریں یا خون کریں یا شیر خوار بچوں کا گلا گھونٹیں یا بیچاری کمزور عورتوں کا زیور کانوں سے توڑ کر لے جائیں۔ پس ہم کہانتک اس ترک شر کی وجہ سے لوگوں کو اپنے محسن ٹھہراتے جائیں اور انکو محض اسی وجہ سے انسان کامل مان لیں؟ ماسوا اس کے ترک شر کے لئے جس کو دوسرے لفظوں میں معصومیت کہتے ہیں بہت سے وجوہ ہیں ہر ایک کو یہ لیاقت کب حاصل ہے کہ رات کو اکیلا اٹھے اور حربہ نقب ہاتھ میں لیکر اور لنگوٹی باندھ کر کسی کوچے میں گھس جائے اور عین موقعہ پر نقب لگا دے اور مال قابو میں کرے اور پھر جان بچا کر بھاگ جائے اس قسم کی مشقیں نبیوں کو کہاں ہیں اور بغیر لیاقت اور قوت کے جرأت پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہی زناکاری بھی قوت مردی کی محتاج ہے اور اگر مرد ہو ہی تب بھی محض خالی ہاتھ سے غیر ممکن ہے بازاری عورتوں نے اپنے نفس کو وقف تو نہیں کر رکھا وہ بھی آخر کچھ مانگتی ہیں تلوار چلانے کیلئے بھی بازو چاہیئے اور کچھ اٹکل بھی اور کچھ بہادری اور دل کی قوت بھی بعض ایک چڑیا کو بھی نہیں مار سکتے۔ اور ڈاکہ مارنا بھی ہر ایک بزدل کا کام نہیں اب اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ مثلاً ایک شخص جو ایک بدفہم بارعب کے پاس پاس جارہا تھا

اس نے اس باغ کا اس لئے بے اجازت پھل نہیں توڑا کہ وہ ایک بڑا مقدس انسان تھا کیا وجہ کہ ہم یہ نہ کہیں کہ اس لئے نہیں توڑا کہ دن کا وقت تھا پچاس محافظ باغ میں موجود تھے۔ اگر توڑتا تو پکڑا جاتا مار کھاتا بے عزت ہوتا۔ اس قسم کی نیکیوں کی تعریف کرنا اور بار بار معصومیت پیش کرنا اور دکھلانا کہ انہوں نے ارتکاب جرایم نہیں کیا سخت مکروہ اور ترک ادب ہے۔ ہاں ہزاروں صفات فاضلہ کی ضمن میں اگر یہ بھی بیان ہو تو کچھ مضایقہ نہیں۔ مگر صرف اتنی ہی بات کہ اس نبی نے کبھی کسی بچے کا دو چار آنہ کے طمع کے لئے گلا نہیں گھونٹا۔ یا کسی اور کمینہ بدی کا مرتکب نہیں ہوا یہ بلاشبہ ہجو ہے یہ ان لوگوں کے خیال ہیں جنہوں نے انسان کی حقیقی نیکی اور حقیقی کمال میں کبھی غور نہیں کیا۔ جس شخص کا نام ہم انسان کامل رکھتے ہیں ہمیں نہیں چاہیئے کہ محض ترک شر کے پہلو سے اسکی بزرگی کا وزن کریں کیونکہ اس وزن سے اگر کچھ ثابت ہو تو صرف یہ ہوگا کہ ایسا انسان بد معاشوں کے گروہ میں سے نہیں ہے معمولی بھلے مانسوں میں سے ہے کیونکہ جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے محض شرارت سے باز رہنا کوئی اعلیٰ خوبیوں کی بات نہیں۔ ایسا تو کبھی سانپ بھی کرتا ہے کہ آگے سے خاموش گذر جاتا ہے اور حملہ نہیں کرتا اور کبھی بھیڑیا بھی سامنے سے سرنگوں گذر جاتا ہے۔ ہزاروں بچے ایسی حالت میں مر جاتے ہیں اور کوئی ضرر بھی کسی انسان کو انہوں نے نہیں پہنچایا تھا بلکہ انسان کامل کی شناخت کے لئے کسب خیر کا پہلو دیکھنا چاہیئے یعنی یہ کہ کیا کیا حقیقی نیکیاں اس سے ظہور میں آئیں اور کیا کیا حقیقی کمالات اس کے دل اور دماغ اور کانشنس میں موجود ہیں اور کیا کیا صفات فاضلہ اس کے اندر موجود ہیں۔ سو یہی وہ امر ہے جسکو پیش نظر رکھکر حضرت مسیح کے ذاتی کمالات اور انواع خیرات اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور خیرات کو ہر ایک پہلو سے جانچنا چاہیئے۔ شلاً سخاوت۔ فتوت مواسات حقیقی حلم جسکے لئے قوت و زور آور ہونا شرط ہے۔ حقیقی عفو جسکے لئے قدرت انتقام شرط ہے۔ حقیقی شجاعت جسکے لئے خوفناک دشمنوں کا مقابلہ شرط ہے۔ حقیقی

عدل جس کے لئے قدرت ظلم شرط ہے حقیقی رحم جس کے لئے قدرت سزا شرط ہے۔ اور اعلیٰ درجہ کی زیرکی اور اعلیٰ درجہ کا حافظہ اور اعلیٰ درجہ کی فیض رسانی اور اعلیٰ درجہ کی استقامت اور اعلیٰ درجہ کا احسان جن کے لئے نمونے اور نظیریں شرط ہیں۔ پس اس قسم کی صفات فاضلہ میں مقابلہ اور موازنہ ہونا چاہیئے نہ صرف ترک شر میں جس کا بشپ صاحب معصومیت نام رکھتے ہیں۔ کیونکہ نبیوں کی نسبت یہ خیال کرنا بھی گناہ ہے کہ انہوں نے چوری ڈاکہ وغیرہ کا موقعہ پاکر اپنے تئیں بچایا یا یہ جرائم اپنے ثابت نہ ہوسکے بلکہ حضرت مسیح کا یہ فرمانا کہ "مجھے نیک مت کہو" یہ ایک ایسی وصیت تھی جس پر پادری صاحبوں کو عمل کرنا چاہیئے تھا۔

اگر بشپ صاحب تحقیق حق کے درحقیقت شائق ہیں تو اس مضمون کا اشتہار دیدیں کہ ہم مسلمانوں سے اس طریق سے بحث کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نبیوں میں سے کمالات ایمانی و اخلاقی و برکاتی و تاثیراتی و [illegible] فعلی و ایمانی و عرفانی و علمی و تقدسی اور طریق معاشرت کے رو سے کون نبی افضل و [illegible] ہے اگر وہ ایسا کریں اور کوئی تاریخ مقرر کرکے ہمیں اطلاع دیں تو ہم وعدہ کرتے ہیں [illegible] کوئی شخص تاریخ مقررہ پر ضرور جلسہ قرار دادہ پر حاضر ہوجائیگا ورنہ یہ طریق محض ایک دہوکہ دینے کی راہ ہے جس کا یہی جواب کافی ہے اور اگر وہ قبول کرلیں تو یہ شرط ضروری ہوگی کہ ہمیں پانچ گھنٹہ سے کم وقت نہ دیا جائے۔ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء

(راقم خاکسار مرزا غلام احمد (مسیح موعودؑ) از قادیان)

خط

یہ خط حضرت مسیح موعود نے لکھا تھا اور ایک
مجلس کیطرف سے بھیجا گیا تھا آخر میں جو اسماء کی
فہرست ہے وہ میں نے چھوڑ دی ہے (ایڈیٹر)

جناب فضیلت مآب مکرم رائٹ ریورنڈ جارج
لیفرائے ڈی ڈی بشپ صاحب لاہور

بعد آداب نیاز مندانہ بکمال ادب خدمت عالی میں یہ گذارش ہے کہ چونکہ یہ مختصر زندگی دنیا کی بہت جلد اپنے دورہ کو پورا کر رہی ہے اور عنقریب وہ زمانہ آتا ہے کہ ہمارے وجود کا نام و نشان بھی ہوگا۔ اس لئے ہم لوگوں کے دلوں میں یہ غم دامنگیر ہے کہ کسی طرح راست روی اور سچی خوشحالی کے ساتھ یہ سفر انجام پذیر ہو اور اس مذہب پر خاتمہ ہو جو درحقیقت خدا تعالےٰ کی مرضی کے موافق ہے اور اگر ہم حق پر نہیں ہیں تو ہمارے دل اس سچائی کے قبول کرنے کے لئے طیار ہیں جو روشن دلیلوں کے ساتھ پیش کیجائے اور اگر کوئی بزرگ مہربان نیک عیسائی مذہب کی حقانیت ہمپر ثابت کرے تو اس احسان سے بڑھکر ہمارے نزدیک کوئی احسان نہیں ہوگا۔ اس تحقیق کے لئے ہمارا دل دردمند ہے اور ہم دلی شوق سے چاہتے ہیں۔ کہ اسلام اور عیسائی مذہب کا ایک مقابلہ ہو کر ہم اس رسول صادق کے آستانہ پر اپنا سر رکھیں جو پاکیزگی اور خوبی اور الٰہی طاقت اور اخلاقی کمالات میں تمام نوع انسان سے سبقت لیجانے والا ثابت ہو جائے۔ اور اس دن سے جو آپ نے بمقام لاہور اس مضمون پر تقریر کی کہ نبی معصوم اور زندہ رسول

خط

یہ خط حضرت مسیح موعود نے لکھا تھا اور ایک
مجلس کیطرف سے بھیجا گیا تھا آخر میں جو اسماء کی
فہرست ہے وہ میں نے چھوڑ دی ہے (ایڈیٹر)

جناب فضیلت مآب مکرم رائٹ ریورنڈ جارج لیفرائے ڈی ڈی بشپ صاحب لاہور

بعد آداب نیاز مندانہ بکمال ادب خدمت عالی میں یہ گذارش ہے کہ چونکہ یہ مختصر زندگی دنیا کی بہت جلد اپنے دورہ کو پورا کر رہی ہے اور عنقریب وہ زمانہ آتا ہے کہ ہمارے وجود کا نام و نشان بھی ہوگا۔ اس لئے ہم لوگوں کے دلوں میں یہ غم دامنگیر ہے کہ کسی طرح راست روی اور سچی خوشحالی کے ساتھ یہ سفر انجام پذیر ہو اور اس مذہب پر خاتمہ ہو جو در حقیقت خدا تعالے کی مرضی کے موافق ہے اور اگر ہم حق پر نہیں ہیں تو ہمارے دل اس سچائی کے قبول کرنے کے لئے طیار ہیں جو روشن دلیلوں کے ساتھ پیش کیجائے اور اگر کوئی بزرگ مہربان نیکر عیسائی مذہب کی حقانیت ہمپر ثابت کرے تو اس احسان سے بڑھکر ہمارے نزدیک کوئی احسان نہیں ہوگا۔ اس تحقیق کے لئے ہمارا دل دردمند ہے اور ہم دلی شوق سے چاہتے ہیں۔ کہ اسلام اور عیسائی مذہب کا ایک مقابلہ ہو کر ہم اس رسول صادق کے آستانہ پر اپنا سر رکھیں جو پاکیزگی اور خوبی علوم الٰہی طاقت اور اخلاقی کمالات میں تمام نوع انسان سے سبقت لیجانے والا ثابت ہو جائے۔ اور اس دن سے جو آپ نے بمقام لاہور اس مضمون پر تقریر کی کہ نبی معصوم اور زندہ رسول

کون ہے۔ ہمارے دل بول اُٹھے کہ اس ملک میں آپ ہی ایک ہیں جو عیسائی مذہب میں جلیل القدر فاضل ہیں۔ تب سے ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہؤا ہے کہ اس کام کے لئے عیسائی صاحبوں میں سے بہتر اور کوئی نہیں ملیگا کیونکہ آپ کے معلومات بہت وسیع معلوم ہوتے ہیں۔ اور آپ عربی اور فارسی اور اُردو میں عمدہ دخل رکھتے ہیں آپ کے اخلاق بھی بہت پسندیدہ اور بزرگانہ ہیں۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کے اہل علم کیطرف سے جو ہم نے نظر کی تو ہماری رائے میں اس کام کے لئے **مرزا غلام احمد صاحب** قادیانی کے برابر اور کوئی نہیں جو مسیح موعود ہونے کا نہ صرف دعوےٰ کرتے ہیں بلکہ بہت سے قطعی دلایل سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ وہی ہیں جن کے دنیا میں آنے کا انجیل اور قرآن میں وعدہ ہے جسکو دنیا کے مختلف حصوں میں قریبًا تیس ہزار لوگوں نے تسلیم کرلیا ہے۔ غرض اس وقت پنجاب اور ہندوستان کے تمام فاضل اور اہل علم عیسائیوں میں سے آپ کا وجود از بس غنیمت ہے اور مسلمانوں میں سے مرزا صاحب موصوف ہیں جو خدا کے انتخاب کردہ اور ممسوح ہیں ہماری خوش قسمتی ہے کہ ایسا عمدہ موقع ہمیں پیش آگیا ہے کہ ایک طرف تو آپ موجود ہیں اور دوسری طرف وہ جو خدا کا مسیح کہلاتا ہے۔

اسی بنا پر ہم لوگوں کیطرف سے جنکے نام نیچے لکھے ہیں یہ درخواست ہے۔ کہ چند مختلف فیہ مسایل میں آپ اور جناب مسیح موعود موصوف باہم مباحثہ کریں۔ اور حضرت مسیح موعود اس بات کو قبول فرماتے ہیں کہ پانچ مسایل میں باہم تحریری بحث ہو جائے۔ اور وہ یہ ہے :۔

(۱) ان دونوں نبیوں یعنے حضرت مسیح علیہ السلام اور جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نبی کی نسبت اسکی کتاب کی رو سے اور نیز دوسرے دلایل سے ثابت ہے کہ وہ کامل طور پر معصوم ہے۔

(۲) دونوں بزرگوار نبیوں علیہم السلام میں سے کون سادہ نبی ہے جس کو اس کی

کتاب وغیرہ دلایل کے رو سے زندہ رسول کہہ سکتے ہیں جو الٰہی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔

(۳) ان دونوں بزرگوار نبیوں علیہما السلام سے کونسا وہ نبی ہے جسکو اسکی آسمانی کتاب وغیرہ دلایل کے رو سے شفیع کہہ سکتے ہیں۔

(۴) ان دونوں مذہبوں عیسائیت اور اسلام میں سے کونسا وہ مذہب ہے جسکو ہم زندہ مذہب کہہ سکتے ہیں۔

(۵) ان دونوں تعلیموں انجیلی تعلیم اور قرآنی تعلیم میں سے کونسی وہ تعلیم ہے جسکو ہم اعلیٰ اور تعلیم کہہ سکتے ہیں۔ اور تعلیم میں توحید اور تثلیث کی بحث بھی داخل ہے

یہ پانچ سوال ہیں جن میں بحث ہوگی۔ اس بحث کے لئے شرایط مندرجہ ذیل کی پابندی ضروری ہوگی۔

۱۔ شرط اول یہ کہ ہر ایک امر کی بحث کے متعلق جو مندرجہ بالا پانچ نمبروں میں لکھے گئے ہیں۔ ایک ایک دن خرچ ہو گا۔ یعنے یہ کہ کل بحث پانچ دن میں ختم ہو گی۔

۲۔ شرط دوم یہ ہے کہ ہر ایک فریق کو اپنے اپنے بیان کے لئے پورے تین تین گھنٹے موقع دیا جائیگا۔ اور اس طرح ہر ایک دن کا جلسہ چھ بجے صبح سے ۱۲ بجے تک پورا ہو جائیگا۔

۳۔ شرط سوم یہ ہے کہ ہر ایک فریق محض اپنے نبی یا کتاب کی نسبت ثبوت دیگا۔ دوسرے فریق کے نبی یا کتاب کی نسبت حملہ کرنے کا مجاز نہیں ہوگا کیونکہ ایسا حملہ محض فضول اور ایسا اوقات دلشکنی کا موجب ہوتا ہے۔ اور مقابلہ کرنے کے وقت پبلک کو خود معلوم ہو جائیگا کہ کس کا ثبوت قوی اور کس کا ثبوت ضعیف اور کمزور ہے۔ ہاں ہر ایک فریق کو اختیار ہوگا کہ جس جس موقع پر حملہ کا احتمال ہے۔ ان احتمالی سوالات کا اپنے بیان میں آپ جواب دیدے۔

۴۔ بحث تحریری ہوگی۔ مگر تحریر کا یہ طریق ہوگا کہ ہر ایک فریق کے ساتھ ایک کاتب

ہوگا مدد وہ بولتا جائیگا اور کاتب لکھتا جاویگا۔ اور ہر ایک کے پاس ایک ایسا شخص ہوگا کہ مضمون ختم ہونے کے بعد حاضرین کو سنادیا کریگا۔ اور سنانے کے بعد ایک نقل اس کی بعد دستخط فریق مخالف کو دیجائے گی۔

۵ - یہ بحث بمقام لاہور ہوگی اور آپ کے اختیار میں رہے گا۔ کہ جہاں چاہیں اس بحث کے لئے مجلس منعقد فرمائیں اور جیسا چاہیں مناسب انتظام کرلیں۔

۶ - جب اس بحث کے دن ختم ہوجائیں گے تو دونوں فریق میں سے ایک فریق دونوں اس مضمون کو بصورت رسالہ چھاپ کر شایع کردیں گے۔ اور کسی کو اختیار نہیں ہوگا کہ اپنی طرف سے بعد میں کچھ ملادے۔

یہ شرایط ہیں جو ہم نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود سے منظور کرالئے ہیں۔ اور چونکہ یہ شرایط بہت صاف اور سراسر انصاف پر مبنی ہیں۔ لہٰذا امید ہے کہ جناب بھی ان کو منظور فرماکر مطلع فرمائیں گے کہ ایسی بحث کیلئے کب اور کس مہینے میں آپ طیار ہیں۔ ہم درخواست کنندوں کی طرف سے نہایت التجا اور ادب کے ساتھ یہ گذارش ہے کہ جناب ضرور اس طریق بحث کو منظور فرمائیں اور ہم حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی عزت کا واسطہ جناب کی خدمت میں ڈالکر یہ عاجزانہ سوال کرتے ہیں اور جناب اس پیارے مقبول نبی کے نام پر ہماری یہ درخواست منظور فرماکر بذریعہ اشتہار مطبوعہ منظوری سے مطلع فرمائیں۔ اس درخواست میں کوئی فوق الطاقت یا بیہودہ امر نہیں اور طریق بحث سراسر مہذبانہ اور سراپا نیک نیتی اور طلب حق پر مبنی ہے اور با ایں ہمہ جبکہ جناب جیسے ایک بزرگ صاحب مرتبہ کو حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کی قسم دیگئی ہے تو اس لئے ہم سائلوں کو بکلی یقین ہے کہ جناب اس عاجزانہ درخواست کو گو کیسی ہی کم فرصتی ہو بہرحال بغیر کسی تنسیخ نرمیم کے حضرت کے نام کی عزت کے لئے ضرور منظور فرمائیں گے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر ایسی منصفانہ درخواست ہم لوگوں سے حضرت مسیح کی عزت کا واسطہ درمیان لاکر کیجائے تو ہم سخت گناہ

اور سوء ادب سمجھیں گے کہ اس درخواست کو منظور نہ کریں تو پھر آپ کو تو حضرت مسیح علیہ السلام کی محبت کا بہت دعویٰ ہے جس کے امتحان کا ہم غریبوں کو یہ پہلا موقع ہے۔ زیادہ کہنا تکلیف دیں۔ صرف جواب کے منتظر ہیں اور جواب بنام مولوی محمد علی صاحب۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی وکیل بمقام قادیان ضلع گورداسپور آنا چاہیئے۔ کیونکہ وہی اس مجلس کے سکرٹری ہیں۔ اور درخواست کرنے والوں کے نام یہ ہیں۔ (نام چھوڑ دیئے گئے ہیں)

نقل خط جو حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمدؑ صاحب کی طرف سے میسحان جنڈیالہ کی طرف ۳ مئی ۱۸۹۳ء کو رجسٹری کر کے بھیجا گیا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم" بخدمت میسحان جنڈیالہ

بعد ما وجب۔ آج میں نے آپ صاحبوں کی وہ تحریر جو آپ نے میاں محمد بخش صاحب کو بھیجی تھی اول سے آخر تک پڑھی۔ جو نکہ آپ صاحبوں نے سوچا ہے

(وہ خط جو ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب نے محمد بخش پاندہا کو لکھا:۔)

بخدمت شریف میاں محمد بخش و جملہ شرکاء اہل اسلام جنڈیالہ۔

جناب من۔ بعد سلام کے واضح رائے شریف ہو کر چونکہ ان دنوں قصبہ جنڈیالہ میں مسیحوں اور اہل اسلام کے درمیان دینی چرچے بہت ہوتے ہیں اور چند صاحبان آپ کے ہم مذہب دین عیسوی پر حرف لاتے ہیں اور کئی ایک سوال وجواب کرتے اور کرنا چاہتے ہیں۔ اور نیز اسی طرح مسیحوں نے بھی دین محمدی

مجھے اس سے اتفاق رائے ہے بلکہ درحقیقت میں اس مضمون کے پڑھنے سے ایسا خوش ہؤا کہ میں مختصر خط میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے کہ یہ روز کے جھگڑے اچھے نہیں اور ان سے دن بدن عداوتیں بڑھتی ہیں۔ اور فریقین کی عافیت اور آسودگی میں خلل پڑتا ہے اور یہ بات تو ایک معمولی سی ہے اس سے بڑھکر نہایت ضروری اور قابل ذکر یہ بات ہے کہ جبحالت میں دو کو فریق مرنیوالے اور دنیا کو چھوڑنے والے ہیں تو پھر اگر بحث کرکے اظہار حق نہ کریں تو اپنے نفسوں اور دوسروں پر ظلم کرتے ہیں۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ جنڈیالہ کے مسلمانوں کا ہم سے کچھ زیادہ حق نہیں۔ بلکہ جس حالت میں خداوندکریم اور رحیم نے اس عاجز کو انہیں کاموں کے لئے بھیجا ہے تو ایک سخت گناہ ہوگا کہ ایسے موقع پر خاموش رہوں۔ اسلئے میں آپ لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ اس کام کے لئے میں ہی حاضر ہوں یہ تو ظاہر ہے کہ فریقین کا دعویٰ ہے کہ ان کو اپنا اپنا مذہب بہت سے نشانوں کے ساتھ خدا تعالیٰ سے ملا ہے اور یہ بھی فریقین کو اقرار ہے

بقیہ حاشیہ کے حق میں کئی ایک تحقیقاتیں کرلی ہیں اور مباحثہ از حد ہوچکا ہے لہذا راقم رقیمہ ہذا کی دانست میں طریقہ بہتر اور مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک جلسہ عام کیا جائے جس میں صاحبان اہل اسلام معہ علماء دیگر بزرگان دین کے جنپر کہ انکی تسلی ہو موجود ہوں اور اسی طرح سے مسیحوں کیطرف بھی کوئی صاحب اعتبار پیش کئے جاویں تاکہ جو باہمی تنازعات ان دنوں میں ہورہے ہیں خوب فیصل کئے جاویں اور نیکی اور بدی اور حق اور بطلان ثابت ہو دیں لہذا چونکہ اہل اسلام جنڈیالہ کے درمیان آپ صاحب بہت گنے جاتے ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں از طرف مسیحان جنڈیالہ التماس کرتے ہیں کہ آپ خواہ خواہ یا اپنے ہم مذہبوں سے مصلحت کرکے ایک وقت مقرر کریں اور جس کسی بزرگ پر آپ کی تسلی ہو اُسے طلب کریں اور ہم بھی وقت معین پر محفل مشتہر میں کسی اپنے بزرگ کو پیش کریں گے کہ مطلب اور نتیجہ امور متنازعہ فیہ کا جو کچھ ہو پیدا ہوسکے اور رضائے خدا کے صراط مستقیم سب کو حاصل کر سکے ہم کو بڑی خوشی اور شادمانی بغیر لعنت کے رستے اس جلسہ کے

کہ زندہ مذہب وہی ہو سکتا ہے کہ جن دلایل پر اسکی صحت کی بنیاد ہے وہ دلایل بطور قصہ کے نہ ہوں بلکہ دلایل ہی کے رنگ میں اب بھی موجود اور نمایاں ہوں۔ مثلاً اگر کسی کتاب میں بیان کیا گیا ہو کہ فلاں نبی نے بطور معجزہ ایسے ایسے بیماروں کو اچھا کیا تھا۔ تو یہ اور اس قسم کے اور امور اس زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک قطعی اور یقینی دلیل نہیں ٹھہر سکتی بلکہ ایک خبر ہے جو منکر کی نظر میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے بلکہ منکر ایسی خبروں کو صرف ایک قصہ سمجھے گا۔ اسی وجہ سے یوروپ کے فلاسفر مسیح کے معجزات سے جو انجیل میں مندرج ہیں کچھ بھی فایدہ نہیں اٹھا سکتے۔ بلکہ اس پر قہقہہ مار کر ہنستے ہیں پس جبکہ یہ بات ہے تو یہ نہایت آسان مناظرہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اہل اسلام کا کوئی فرد اس تعلیم اور علامات کے موافق جو کامل مسلمان ہونیکے لئے قرآن میں موجود ہیں اپنے نفس کو ثابت کرے اور اگر نہ کر سکے تو دروغگو ہے نہ مسلمان۔ اور ایسا ہی عیسائی صاحبوں میں سے ایک فرد اس تعلیم اور علامات کے موافق جو انجیل شریف میں موجود ہیں اپنے نفس کو ثابت کر کے دکھلائے اور اگر وہ ثابت نہ کر سکے تو دروغگو ہے نہ عیسائی۔ جس حالت میں دونوں فریق کا یہ دعوے ہے کہ جس نور کو ان کے انبیاء لائے تھے وہ نور فقط لازمی نہ تھا بلکہ متعدی تھا تو پھر جس مذہب میں

بقیہ حاشیہ در پے نہیں ہیں۔ مگر فقط اس بنا سے کہ جو باتیں راست پر حق اور پسندیدہ ہیں سب صاحبان پر خوب ظاہر ہوں۔ دیگر التماس یہ ہے کہ اگر صاحبان اہل اسلام ایسے مباحثہ میں شریک نہ ہونا چاہیں تو آئندہ کو اپنے اسپ کلام کو میدان گفتگو میں جولانی نہ دیں اور وقت منادی یا دیگر موقعوں پر حجت بے بنیاد و لاحاصل سے باز آ کر خاموشی اختیار کریں۔ از راہ مہربانی اس خط کا جواب جلدی عنایت فرماویں تاکہ اگر آپ ہماری دعوت کو قبول کریں تو جلسہ کا اور ان مضامین کا جنکی بابت مباحثہ ہونا ہے معقول انتظام کیا جاوے۔ فقط زیادہ سلام

الراقم مسیحان جنڈیالہ مارٹن کلارک۔ امرتسر (دستخط انگریزی میں ہیں)

یہ نور متعدی ثابت ہوگا اسی کی نسبت عقل تجویز کرے گی کہ یہی مذہب زندہ اور سچا ہے کیونکہ اگر ہم ایک مذہب کے ذریعہ سے وہ زندگی اور پاک نور معہ اسکی تمام علامتوں کے حاصل نہیں کرسکتے جو اسکی نسبت بیان کیا جاتا ہے تو ایسا مذہب بجز لاف وگزاف کے زیادہ نہیں اگر ہم فرض کرلیں کہ کوئی نبی پاک تھا مگر ہم میں سے کسی کو بھی پاک نہیں کرسکتا اور صاحب خوارق تھا۔ مگر کسی کو صاحب خوارق نہیں بنا سکتا۔ اور الہام یافتہ تھا مگر ہم میں سے کسی کو ملہم نہیں بنا سکتا تو ایسے نبی سے ہمیں کیا فایدہ۔ مگر الحمدللہ والمنۃ کہ ہمارا سید و رسول خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں تھا اس نے ایک جہان کو وہ نور حسب مراتب استعداد بخشا کہ جو اس کو ملا تھا۔ اور اپنے نورانی نشانوں سے وہ شناخت کیا گیا وہ ہمیشہ کے لئے نور تھا جو بھیجا گیا اور اس سے پہلے کوئی ہمیشہ کے لئے نور نہیں آیا اگر وہ نہ آتا اور نہ اس نے بتلایا ہوتا تو مسیح کے نبی ہونے پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔ کیونکہ اس کا مذہب مرگیا اور اس کا نور بے نشان ہوگیا۔ اور کوئی وارث نہ رہا جو اس کو کچھ نور دیا گیا ہو۔ اب دنیا میں زندہ مذہب اسلام ہے اور اس عاجز نے ذاتی تجارب سے دیکھ لیا اور پرکھ لیا کہ دونوں قسم کے نور اسلام اور قرآن میں اب بھی ایسے ہی تازہ بتازہ موجود ہیں جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت موجود تھے اور ہم ان کے دکھلانے کے لئے ذمہ وار ہیں اگر کسی کو مقابلہ کی طاقت ہو تو ہم سے خط وکتابت کرے والسلام علےٰ من اتبع الہدیٰ۔

بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ اس عاجز کے مقابلہ پر جو صاحب کھڑے ہوں وہ کوئی بزرگ نامی اور معزز انگریز پادری صاحبوں میں سے ہونے چاہئیں کیونکہ جو بات اس مقابلہ اور مباحثہ سے مقصود ہے اور جسکا اثر عوام پر ڈالنا مدنظر ہے وہ اسی امر پر موقوف ہے کہ فریقین اپنی اپنی قوم کے خواص میں سے ہوں۔ ہاں بطور تنزل اور اتمام حجت مجھے یہ بھی منظور ہے کہ اس مقابلہ کے لئے پادری عماد الدین صاحب یا پادری ٹھاکر داس صاحب یا مسٹر عبداللہ آتھم صاحب عیسائیوں کیطرف سے منتخب ہوں اور پھر اُن کے اسماء کسی اخبار کے ذریعہ شایع کرکے ایک پرچہ اس عاجز کیطرف بھی بھیجا جاوے اور اس کے

بھیجنے کے بعد یہ عاجز بھی اپنے مقابلہ کا اشتہار دیدیگا۔ اور ایک پرچہ صاحب مقابلہ کیطرف بھیجدیگا۔ مگر واضح رہے کہ یوں تو ایک مدت دراز سے مسلمانوں اور عیسائیوں کا جھگڑا چلا آتا ہے اور تب سے مباحثات ہوئے اور فریقین کیطرف سے بکثرت کتابیں لکھی گئیں اور درحقیقت علمائے اسلام نے بہ تمامتر صفائی سے ثابت کردیا کہ جو کچھ قرآن کریم پر اعتراض کئے گئے ہیں وہ دوسرے رنگ میں توریت پر اعتراض ہیں اور جو کچھ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں نکتہ چینی ہوئی وہ دوسرے پیرایہ میں تمام انبیاء کی شان میں نکتہ چینی ہے۔ جس سے حضرت مسیح بھی باہر نہیں۔ بلکہ ایسی نکتہ چینیوں کی بنا پر خدا تعالےٰ بھی مورد اعتراض ٹھیرتا ہے۔ سو یہ بحث زندہ مذہب یا مردہ مذہب کی تنقیح کے بارہ میں ہوگی۔ اور دیکھا جائیگا کہ جن روحانی علامات کا مذہب اور کتاب نے دعوے کیا ہے وہ اب بھی اس میں پائے جاتے ہیں کہ نہیں۔ اور مناسب ہوگا کہ مقام بحث لاہور یا امرتسر مقرر ہو اور فریقین کے علماء کے مجمع میں یہ بحث ہو۔

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

ڈاکٹر مارٹن کلارک کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مشفق مہربان پادری صاحب

بعد ما وجب یہ وقت کیا مبارک ہے کہ میں آپ کی اس مقدس جنگ کیلئے طیار ہو کر جس کا آپنے اپنے خط[1] میں ذکر فرمایا ہے۔ اپنے چند عزیز دوست بطور سفیر منتخب

حاشیہ یہاں اس خط کا بھی درج کردینا اصل حالات کے معلوم کرنے کیلئے ضروری ہے جسکا ذکر حضرت مسیح موعود نے کیا ہے (ایڈیٹر)

امرتسر۔ میڈیکل مشن (۱۸۔ اپریل ۱۸۹۳ء)

[1] جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیان سلامت۔

تسلیم۔ عنایت نامہ آں صاحب کا وارد ہوا۔ بعد مطالعہ طبیعت شاد ہوئی۔ خاص ہیں

کرکے آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ اس پاک جنگ کیلئے آپ مجھے مقابلہ پر منظور فرماویں گے جب آپکا پہلا خط جو جنڈیالہ کے بعض مسلمانوں کے نام مجکو ملا اور میں نے یہ عبارتیں پڑھیں کہ کوئی ہے کہ ہمارا مقابلہ کرے تو میری روح اسی وقت بول اُٹھی کہ ہاں میں ہوں جسکے ہاتھ پر خدا تعالےٰ مسلمانوں کو فتح دیگا اور سچائی کو ظاہر کرے گا۔ وہ حق جو مجکو ملا ہے اور وہ آفتاب جس نے ہم میں طلوع کیا ہے وہ اب پوشیدہ رہنا نہیں چاہتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ زوردار شعاعوں کیساتھ نکلیگا اور دلوں پر اپنا ہاتھ ڈالیگا اور اپنی طرف کھینچ لائیگا۔ لیکن اسکے نکلنے کیلئے کوئی تقریب چاہیئے تھی سو آپ صاحبوں کا مسلمانوں کو مقابلہ کیلئے بلانا نہایت مبارک اور نیک تقریب ہے مجھے امید نہیں کہ آپ اس بات پر ضد کریں کہ ہمیں تو جنڈیالہ کے مسلمانوں سے کام ہے نہ کسی اَور سے۔ آپ جانتے ہیں کہ جنڈیالہ میں کوئی مشہور اور نامی فاضل نہیں اور یہ آپ کی شان سے بعید ہوگا کہ آپ عوام سے اُلجھتے پھریں اور اس عاجز کا حال آپ پر مخفی نہیں کہ آپ صاحبوں کے مقابلہ کیلئے دس برس کا پیاسا ہے اور کئی

بقیہ حاشیہ خاص اس بات سے کہ جنڈیالہ ... اہل اسلام کو آپ جیسے لایق و فایق ملے۔ لیکن چونکہ ہمارا دعویٰ نہ آپ سے بلکہ جنڈیالہ کے ... سے ہے۔ ہم آپ کی دعوت قبول کرنے میں قاصر ہیں۔ ان کیطرف ہم نے خط لکھا ہوا ہے اور تا حال جواب کے منتظر ہیں اگر انکی مدد آپ کو قبول ہے تو مناسب وبا قاعدہ طریقہ تو یہ ہے کہ آپ خود انہیں خطوط لکھیں جو آپ کے ارادے مہربانی کے ہیں انپر ظاہر کریں اگر وہ آپ کو تسلیم کرکے اس جنگ مقدس کیلئے اپنی طرف سے پیش کریں تو ہمارا کچھ عذر نہیں بلکہ عین خوشی ہے چونکہ آپ روشنضمیر وصاحب کارآزمودہ ہیں یہ آپ سے مخفی نہوگا کہ اس خاص بحث کے لئے آپ کو قبول کرنا یا نہ کرنا ہمارا اختیار نہیں بلکہ جنڈیالہ کے اہل اسلام کا لہذا آپ انہیں سے فیصلہ کرلیں بعد ازاں ہم بھی حاضر ہیں آپ کے اور ان کے فیصلہ کرنے ہی کی دیر ہے۔ زیادہ سلام

(راقم ڈاکٹر مارٹن کلارک امرتسر)

ہزار خط اردو و انگریزی اسی پیاس کے جوش سے آپ جیسے معزز پادری صاحبان کی خدمت میں روانہ کر چکا ہوں اور پھر جب کچھ جواب نہ آیا تو آخر نا امید ہو کر بیٹھ گیا۔ چنانچہ بطور نمونہ اُن خطوں میں سے کچھ روانہ بھی کرتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ آپ کی اس توجہ کا اول مستحق میں ہی ہوں اور سوائے اسکے اگر میں کاذب ہوں تو ہر ایک سزا بھگتنے کیلئے تیار ہوں میں پورے دس سال سے میدان میں کھڑا ہوں جنڈیالہ میں میری ذات میں ایک بھی نہیں جو میدان کا سپاہی تصور کیا جاوے اس لئے بادب ملتمس ہوں کہ اگر یہ امر مطلوب ہے کہ روز کے قصے طے ہو جائیں اور جس مذہب کیساتھ خدا ہے اور جو لوگ سچے خدا پر ایمان لاتے ہیں ان کی کچھ امتیازی انوار ظاہر ہوں تو اس عاجز سے مقابلہ کیا جائے آپ لوگوں کا یہ ایک بڑا دعوے ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام درحقیقت خدا تھے اور وہی خالق ارض و سما تھے اور ہمارا یہ بیان ہے کہ وہ سچے نبی ضرور تھے۔ رسول تھے۔ خدا تعالے کے پیارے تھے مگر خدا نہیں تھے سو انہیں امور کے حقیقی فیصلہ کیلئے یہ مقابلہ ہوگا مجھ کو خدا تعالے نے براہ راست اطلاع دی ہے کہ جس تعلیم کو قرآن لایا ہے وہی سچائی کی راہ ہے اس پاک توحید کو ہر یک نبی نے اپنی امت تک پہنچایا ہے مگر رفتہ رفتہ لوگ بگڑ گئے اور خدا تعالے کی جگہ انسانوں کو دیدی۔ غرض یہی امر ہے جس پر بحث ہوگی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ وقت آگیا ہے کہ خدا تعالے کی غیرت اپنا کام دکھلائیگی اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس مقابلہ سے ایک دنیا کیلئے مفید اور اثر انداز نتیجے نکلیں گے اور کچھ تعجب نہیں کہ اب کل دنیا یا ایک بڑا بھاری حصہ اُسکا ایک ہی مذہب قبول کرلے جو سچا اور زندہ مذہب ہو اور جسکے ساتھ خدا تعالےٰ کی مہربانی کا ہاتھ ہو جبکہ یہ بحث صرف زمین تک محدود نہ ہے بلکہ آسمان بھی اسکے ساتھ شامل ہو اور مقابلہ صرف اس بات میں ہو کہ روحانی زندگی اور آسمانی قبولیت اور روشن ضمیری کس مذہب میں ہے اور میں اور میرا مقابل اپنی اپنی کتاب کی تاثیریں اپنے اپنے نفس میں ثابت کریں ہاں اگر یہ چاہیں کہ معقولی طور پر بھی ان دونوں عقیدوں کا بعد اس کے تصفیہ ہو جائے تو

یہ بھی بہتر ہے مگر اس سے پہلے روحانی اور آسمانی آزمائش ضرور چاہیئے ۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ خاکسار غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور ۲۴ ؍اپریل ۱۸۹۳ء

رجسٹرڈ خط جو ۲۵ اپریل کو پادری صاحب کے ۲۴ ؍اپریل کے خط کے جواب میں بھیجا گیا

مشفق مہربان پادری صاحب سلامت

بعد ماوجب میں نے آپ کی چٹھی کو اول سے آخر تک سنا ہے میں ان تمام شرائط کو منظور کرتا ہوں جن پر آپ کے اور میرے دوستوں کے دستخط ہو چکے ہیں لیکن سب سے پہلے یہ بات تصفیہ پا جانی چاہیئے کہ اس مباحثہ اور مقابلہ سے علت غائی کیا ہے کیا یہ انہیں معمولی مباحثات کی طرح ایک مباحثہ ہوگا جو سالہائے دراز سے عیسائیوں اور مسلمانوں میں پنجاب اور ہندوستان میں ہو رہے ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمان تو اپنے خیال میں یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہم نے عیسائیوں کو ہر ایک بات [illegible] شکست دی ہے اور عیسائی اپنے گھر میں یہ باتیں کرتے ہیں کہ مسلمان لاجواب ہوگئے پر اگر اسیقدر ہے تو یہ بالکل بے فائدہ اور تحصیل حاصل ہے اور بجز اس بات کے اسکا آخری نتیجہ کچھ نظر نہیں آتا کہ چند روز بحث مباحثہ کا شور و غوغا ہو کر پھر ہر یک فضول گو کو اپنی ہی طرف کا غلبہ ثابت کرنے کیلئے باتیں بنانے کا موقع ملتا ہے مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ حق کھل جائے اور ایک دنیا کو سچائی نظر آجائے

سے خلاصہ چٹھی ۔ امرتسر ۲۲ ؍اپریل ۱۸۹۳ء بخدمت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

جناب من - مولوی عبدالکریم صاحب معہ سفیر سفارت یہاں پہنچے اور مجھے آپ کا دستی خط دیا جناب نے جو مسلمانوں کی طرف مجھے مقابلہ کیلئے دعوت کی ہے اسکو میں بخوشی قبول کرتا ہوں آپ کی سفارت نے آپکی طرف سے مباحثہ اور شرائط ضروریہ کا فیصلہ کر لیا ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ جناب کو بھی وہ انتظام اور شرائط منظور ہوں گے اسلیئے مہربانی کرکے اپنی فرصت میں اطلاع بخشیں کہ آپ ان شرائط کو قبول کرتے ہیں یا نہیں ۔

آپکا تابعدار ایچ مارٹن کلارک ایم - ڈی سی ایم راڈ نمبر ا ایم - آر - اے - ایس - سی -

اگر فی الحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام خدا ہی ہیں اور وہی رب العالمین اور خالق السموات والارض ہے تو بیشک ہم لوگ کافر کیا اکفر ہیں اور بیشک اسصورت میں دین اسلام حق پر نہیں ہے لیکن اگر حضرت مسیح علیہ السلام صرف ایک بندہ خدا تعالیٰ کا نبی اور مخلوقیت کی تمام کمزوریاں اپنے اندر رکھتا ہے تو پھر یہ عیسائی صاحبوں کا ظلم عظیم اور کفر کبیر ہے کہ ایک عاجز بندہ کو خدا بناتے ہیں اور اس حالت میں قرآن کے کلام اللہ ہونے میں اس سے بڑھ کر اور کوئی عمدہ دلیل نہیں کہ اس نے نابود شدہ توحید کو پھر قایم کیا اور جو اصلاح ایک سچی کتاب کو کرنی چاہئے تھی وہ کر دکھائی اور ایسے وقت میں آیا جسوقت میں اسکے آنے کی ضرورت تھی یوں تو یہ مسئلہ بہت ہی صاف تھا کہ خدا کیا ہے اور اسکی صفات کیسی ہونی چاہیئے مگر چونکہ اب عیسائی صاحبوں کو یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا اور معقولی اور منقولی بحثوں نے اس ملک ہندوستان میں کچھ ایسا ان کو فایدہ نہیں بخشا اسلئے ضرور ہوا کہ اب طرز بحث بدل لی جائے سو میری دانست میں اس کے انسب طریق اور کوئی نہیں کہ ایک روحانی مقابلہ مباہلہ کے طور پر کیا جاے اور وہ یہ کہ اول اسطرح پر چھہ دن تک مباحثہ ہو جس مباحثہ کو میرے دوست قبول کر چکے ہیں اور پھر ساتویں دن مباہلہ ہو اور فریقین مباہلہ میں یہ دعا کریں مثلاً فریق عیسائی یہ کہے کہ وہ عیسے مسیح ناصری جیپر میں ایمان لاتا ہوں وہی خدا ہے اور قرآن انسان کا افترا ہے خدا تعالیٰ کی کتاب نہیں اور اگر میں اسبات میں سچا نہیں تو میری پر ایک سال کے اندر کوئی ایسا عذاب نازل ہو جس سے میری

بقیہ شرائط انتظام مباحثہ قرار یافتہ مابین عیسائیان و مسلمانان

(۱) یہ مباحثہ امرتسر میں ہوگا (۲) ہر ایک جانب میں صرف پچاس اشخاص ہونگے پچاس ٹکٹ مرزا غلام احمد صاحب عیسائیوں کو دیں گے اور پچاس ٹکٹ ڈاکٹر کلارک صاحب مرزا صاحب کو مسلمانوں کے لئے دیں گے عیسائیوں کے ٹکٹ مسلمان جمع کریں گے اور مسلمانوں کے عیسائی (۳) مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسلمانوں کی طرف سے اور ڈپٹی عبداللہ آتھم خاں صاحب عیسائیوں کی طرف سے مقابلہ میں آئیں گے (۴) سوا ان صاحبوں کے اور صاحب کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی ہاں یہ صاحب تین شخصوں کو بطور معاون

رسوائی ظاہر ہو جائے اور ایسا ہی یہ عاجز دعا کریگا کہ اے کامل اور بزرگ خدا میں جانتا ہوں کہ درحقیقت عیسیٰ مسیح ناصری تیرا بندہ اور تیرا رسول ہے خدا ہرگز نہیں اور قرآن کریم تیری پاک کتاب اور محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرا پیارا اور برگزیدہ رسول ہے اور اگر میں اس بات میں سچا نہیں تو میرے پر ایک سال کے اندر کوئی ایسا عذاب نازل کر جس سے میری رسوائی ظاہر ہو جائے اور اے خدا میری رسوائی کیلئے یہ بات کافی ہوگی کہ ایک برس کے اندر تیری طرف سے میری تائید میں کوئی ایسا نشان ظاہر نہ ہو جسکے مقابلہ سے تمام مخالف عاجز ہیں اور واجب ہوگا کہ فریقین کے دستخط سے یہ تحریر چند اخباروں میں شائع ہو جائے کہ جو شخص ایک سال کے اندر مورد غضب الہی ثابت ہو جائے اور یا یہ کہ ایک فریق کی تائید میں کچھ ایسے نشان آسمانی ظاہر ہوں کہ دوسرے فریق کی تائید میں ظاہر و ثابت نہ ہو سکیں تو ایسی صورت میں فریق مغلوب یا فریق غالب کا مذہب اختیار کرے اور یا اپنی کل جائیداد کا نصف حصہ اس مذہب کی تائید کیلئے فریق غالب کو دیدے جسکی سچائی ثابت ہو

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

مسٹر عبداللہ آتھم کے خط کا جواب

آج اس اشتہار کے لکھنے سے ابھی میں فارغ ... تھا کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کا

منتخب کر سکتے ہیں نگران کو بولنے کا اختیار نہ ہوگا (۵) مخالف جانب صحیح صحیح نوٹ اپنے اپنے لیتے ہیں گے (۶) کوئی صاحب کسی جانب سے ایک گھنٹہ سے زیادہ نہ بول سکیں گے (۷) انتظامی معاملات میں صدر انجمن کا فیصلہ ناطق مانا جائیگا (۸) دو صدر انجمن ہوں گے یعنی ایک ایک ہر طرف سے جو اسوقت مقرر کئے جائیں گے (۹) جائے مباحثہ کا تقرر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب کے اختیار میں ہوگا (۱۰) وقت مباحثہ ۶ بجے صبح سے ۱۱ بجے صبح تک ہوگا (۱۱) کل وقت مباحثہ دو زمانوں پر تقسیم ہوگا

(۱) ۶ دن یعنی روز پیر مئی ۲۲ سے ۲۷ مئی تک ہوگا اسوقت میں مرزا صاحب کو اختیار ہوگا

خط بید لیکھ ڈاک مجھ کو ملا یہ خط اسی خط کا جواب ہے جو میں نے مباحثہ مذکورہ بالا کے متعلق صاحب موصوف اور نیز ڈاکٹر کلارک صاحب کی طرف لکھا تھا سو اب اس کا بھی جواب ذیل میں بطور قولہ اور اقول کے لکھتا ہوں

قولہ۔ ہم اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ تعلیمات قدیم کے لئے معجزہ جدید کی کچھ بھی ضرورت ہے اس لئے ہم معجزہ کیلئے نہ کچھ حاجت اور نہ استطاعت اپنے اندر دیکھتے ہیں

اقول۔ صاحب من میں نے معجزہ کا لفظ اپنے خط میں استعمال نہیں کیا بیشک معجزہ دکھلانا نبی اور مرسل من اللہ کا کام ہے نہ ہر یک انسان کا لیکن اس بات کو تو آپ مانتے اور جانتے ہیں کہ ہر ایک درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور ایمانداری کے پھلوں کا ذکر جیسا کہ قرآن کریم میں ہے انجیل شریف میں بھی ہے مجھے امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے اسلئے طول کلام کی ضرورت نہیں مگر میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ایمانداری کے پھل دکھلانیکی بھی آپ کو استطاعت نہیں۔

قولہ۔ بہرکیف اگر جناب کسی معجزہ کے دکھلانے پر آمادہ ہیں تو ہم اس کے دیکھنے سے آنکھیں بند نہ کریں گے اور جسقدر اصلاح اپنی غلطی کی آپ کے معجزہ سے کر سکتے ہیں اسکو اپنا فرض عین سمجھیں گے

اقول۔ بیشک یہ آپ کا مقولہ انصاف پر مبنی ہے اور کسی کے منہ سے یہ کامل طور پر نکل نہیں

کہ اپنا یہ دعوے پیش کریں کہ ہر ایک مذہب کی صداقت زندہ نشانات سے ثابت کرنی چاہئے جیسے کہ انہوں نے اپنی چٹھی ۱۳ اپریل ۱۸۹۳ء موسومہ ڈاکٹر کلارک صاحب میں ظاہر کیا ہے (۱۲) پھر دوسرا سوال اوٹھایا جائیگا پہلے مسئلہ الوصیت مسیح پر اور مرزا صاحب کو اختیار ہوگا کہ کوئی اور سوال جو چاہیں پیش کریں مگر ۶ دن کے اندر اندر (۱۳) دوسرا زمانہ بھی ۶ دن ہوگا یعنی مئی ۲۹ سے جون ۳ تک (اگر اسقدر ضرورت ہوئی) اس زمانہ میں مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کو اختیار ہوگا کہ اپنے سوالات بہ تفصیل ذیل پیش کریں۔

(۱) رحم بلا مبادلہ بلا عوض (۲) جبر اور قدر (۳) ایمان بالجبر (۴) قرآن کے خدائی کلام ہونیکا

سکتا جب تک اسکو انصاف کا خیال نہ ہو لیکن اس جگہ یہ آپکے کا فقرہ کہ جسقدر اصلاح اپنی غلطی کی ہم آپ کے معجزہ سے کر سکتے ہیں اسکو اپنا فرض عین سمجھیں گے تشریح طلب ہے یہ عاجز تو محض اس غرض کیلئے بھیجا گیا ہے کہ تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچاوے کہ دنیا کے تمام مذہب موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے جو قرآن کریم لایا ہے اور دار النجات میں داخل ہونے کے لئے دروازہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے وبس اب کیا آپ اسبات پر طیار اور مستعد ہیں کہ نشان دیکھنے کے بعد اس مذہب کو قبول کریں گے آپ کا فقرہ مذکورہ بالا مجھے امید دلاتا ہے کہ آپ اس سے انکار نہ کریں گے پس اگر آپ مستعد ہیں تو چند سطریں تین اخباروں یعنی نور افشاں اور منشور محمدی اور کسی آریہ کے اخبار میں چھپوا دیں کہ ہم خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جانکر یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اگر اس مباحثہ کے بعد جس کی تاریخ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء قرار پائی ہے مرزا غلام احمد کی خدا تعالیٰ مدد کرے اور کوئی ایسا نشان اسکی تائید میں خدا تعالیٰ ظاہر فرماوے کہ جو اس نے قبل از وقت بتلا دیا ہو اور جیسا کہ اس نے بتلایا ہو وہ پورا بھی ہو جاوے تو ہم اس نشان کے دیکھنے کے بعد بلا توقف مسلمان ہو جائیں گے اور ہم یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اس نشان کو بغیر کسی قسم کے بیہودہ نکتہ چینی کے قبول کریں گے اور کسی حالت میں وہ نشان نامعتبر اور قابل اعتراض نہیں سمجھا جائیگا بجز اس صورت کے کہ اگر ایسا ہی نشان اسی برس کے اندر ہم بھی دکھلائیں مثلاً اگر نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ہو کہ فلاں وقت کسی خاص فرد پر یا ایک گروہ پر فلاں

---

(۳) اس بات کا ثبوت کہ محمد صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ ہیں وہ اور سوال بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ ۶ دن سے زیادہ نہ ہو جاوے

(۱۴) ٹکٹ ۱۵ مئی تک جاری ہو جانے چاہئیں وہ ٹکٹ مفصلہ ذیل نمونہ کے ہوں گے

(۱۵) عیسائیوں اور ڈپٹی عبد اللہ آتھم خان صاحب کیطرف سے یہ قواعد واجب الاطاعت اور یہ صحیح تحریر مانی گئی

بطور شہادت میں (جن کے دستخط نیچے درج ہیں) مسٹر عبد اللہ آتھم خاں صاحب کی طرف سے دستخط کرتا ہوں اور مذکورہ بالا شرائط میں سے کسی شرط کا توڑنا فریق توڑنیوالے کیطرف سے ایک اقرار گریز خیال

حادثہ وارد ہوگا اور وہ پیشگوئی اس میعاد میں پوری ہو جائے تو بغیر اس کے کہ اس کی
تبلیغ اپنی طرف سے پیش کریں بہر حال قبول کرنی پڑیگی اور اگر ہم نشان دیکھنے کے بعد دین
اسلام اختیار نہ کریں اور نہ اس کے مقابل پر اسی برس کے اندر اسی کی مانند کوئی خارق
عادت نشان دکھلا سکیں تو عہد شکنی کے تاوان میں نصف جائیداد اپنی امداد اسلام کیلئے اس
کے حوالہ کریں گے اور اگر ہم اس دوسری شق پر بھی عمل نہ کریں اور عہد کو توڑ دیں اور اس عہد
شکنی کے بعد کوئی قہری نشان ہماری نسبت مرزا غلام احمد شائع کرنا چاہے تو ہماری طرف
سے مجاز ہوگا کہ عام طور پر اخباروں کے ذریعہ سے یا اپنے رسائل مطبوعہ میں اس کو
شائع کرے فقط یہ تحریر آپ کیطرف سے بقید نام مذہب و ولدیت و سکونت ہو
اور فریقین کے پچاس پچاس معزز اور معتبر گواہوں کی شہادت اُس پر ثبت ہو تب یقین
اخباروں میں اسکو آپ شائع کرا دیں جب کہ آپ کا منشاء اظہار حق ہے اور یہ معیار آپ
کے اور ہمارے مذہب کے موافق ہے تو اب برائے خدا اس کے قبول کرنے میں توقف
نہ کریں اب بہر حال وہ وقت آگیا ہے کہ خدا تعالی سچے مذہب کے انوار اور برکات
ظاہر کرے اور دنیا کو ایک ہی مذہب پر کر دیوے سو اگر آپ دل کو قوی کر کے سب
سے پہلے اس راہ میں قدم ماریں اور پھر اپنے عہد کو بھی صدق اور جوانمردی کے ساتھ
پورا کریں تو خدا تعالی کے نزدیک صادق ٹھہرینگے اور آپ کی راستبازی کا یہ ہمیشہ کیلئے

کیا جائیگا

(۱۶) تقریروں پر صاحبان صدر اور تقریر کنندگان اپنے اپنے دستخط اُن کی صحت کی ثبوت
میں ثبت کریں گے ؛ دستخط ہنری کلارک ایم ڈی وغیرہ امرتسر۔ اپریل ۱۸۹۳ء

مباحثہ مابین ڈپٹی عبد اللہ آتھم خانصاحب امرتسری اور مرزا
غلام احمد صاحب قادیانی تحت داخلہ عیسائیوں کیلئے داخل
کرو .... کو نمبر دستخط مرزا صاحب

مباحثہ مابین ڈپٹی عبد اللہ آتھم خانصاحب امرتسری اور مرزا
غلام احمد صاحب قادیانی تحت داخلہ مسلمانوں کیلئے
داخل کرو .... کو نمبر دستخط ڈاکٹر کلارک صاحب

ایک نشان دیدے گا

اور اگر آپ یہ فرما دیں کہ ہم تو یہ سب باتیں کر گذریں گے اور کسی نشان کے بعد دین اسلام قبول کریں گے یا دوسری شرائط متذکرہ بالا بجا لائیں گے اور یہ عہد پہلے ہی سے تین اخباروں میں چھپوا بھی دیں گے لیکن اگر تم ہی جھوٹے نکلے اور کوئی نشان دکھا نہ سکے تو تمہیں کیا سزا ہوگی تو میں اس کے جواب میں حسب منشاء توریت سزائے موت اپنے لئے قبول کرتا ہوں اور اگر یہ خلاف قانون ہو تو کل جائیداد اپنی آپ کو دوں گا جس طرح چاہیں پہلے مجھ سے تسلی کر لیں

قولہ ۔ لیکن یہ جناب کو یاد رہے کہ معجزہ ہم اسی کو جانیں گے جو ساتھ تحدی مدعی معجزہ کے بظہور آئے اور کہ مصدق کسی امر ممکن کا ہو

اقول ۔ اس سے مجھے اتفاق ہے اور تحدی اسی بات کا نام ہے کہ مثلاً ایک شخص منجانب اللہ ہونے کا دعوے کر کے اپنے دعوے کی تصدیق کیلئے کوئی ایسی پیشگوئی کرے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہو اور پیشگوئی سچی نکلے تو وہ حسب منشا توریت استثنا ۱۸-۱۸ سچا ٹھہریگا ہاں یہ سچ ہے کہ ایسا نشان کسی امر ممکن کا مصدق ہونا چاہئے ورنہ یہ تو جائز نہیں کہ کوئی انسان مثلاً یہ کہے کہ میں خدا ہوں اور اپنے خدائی کے ثبوت میں کوئی پیشگوئی کرے اور وہ پیشگوئی پوری ہو جائے تو پھر وہ خدا مانا جاوے

لیکن میں اسجگہ آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جب اس عاجز نے ملہم اور مامور من اللہ ہونے کا دعوے کیا تھا تو ۱۸۸۸ء میں مرزا امام الدین نے جنکو آپ خوب جانتے ہیں چشمہ نور لدھیانہ میں میرے مقابل پر اشتہار چھپوا کر مجھ سے نشان طلب کیا تھا تب بطور نشان نمائی ایک پیشگوئی کی گئی تھی جو نور افشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں شائع ہو گئی تھی جس کا مفصل ذکر اس اخبار میں اور نیز میری کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۲۷۹ و ۲۸۰ میں موجود ہے اور وہ پیشگوئی ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو اپنی میعاد کے اندر پوری ہو گئی سو اب بطور آزمائش آپ کے انصاف کے آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ نشان ہے یا نہیں اور اگر نشان نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے اور اگر نشان ہے اور آپ نے اسکو دیکھ بھی لیا اور نہ صرف نور افشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء

ہیں بلکہ میری اشتہار مجریہ ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء میں بقید میعاد یہ شائع بھی ہو چکا ہے تو آپ کا اس وقت فرض عین ہے یا نہیں کہ اس نشان سے بھی فائدہ اٹھاویں اور اپنی غلطی کی اصلاح کریں اور براہ مہربانی مجھ کو اطلاع دیں کہ کیا اصلاح کی اور کس قدر عیسائی اصول سے آپ دستبردار ہو گئے کیونکہ یہ نشان تو کچھ پرانا نہیں ابھی کل کی بات ہے کہ لوز افشان اور میرے اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء میں شائع ہوا تھا اور آپ کے یہ تمام شرائط کے موافق ہے میرے نزدیک آپ کے انصاف کا یہ ایک معیار ہے اگر آپ نے اس نشان کو مان لیا اور حسب اقرار اپنے اپنی غلطی کی بھی اصلاح کی تو مجھے پختہ یقین ہوگا کہ اب آیندہ بھی آپ اپنی بڑی اصلاح کیلئے مستعد ہیں اس نقصان کا اس قدر تو آپ پر اثر ضرور ہونا چاہئے کہ کم سے کم آپ یہ اقرار چھپا شائع کر دیں کہ اگرچہ ابھی قطعی طور پر نہیں مگر ظن غالب کے طور پر دین اسلام ہی مجھے سچا معلوم ہوتا ہے کیونکہ تحدی کے طور پر اسکی تائید کے بارہ میں جو پیشگوئی کی گئی تھی وہ پوری ہو گئی آپ جانتے ہیں کہ امام الدین دین اسلام سے منکر اور ایک دہریہ آدمی ہے اور اس نے اشتہار کے ذریعہ سے دین اسلام کی سچائی اور اس عاجز کے ملہم ہونے کے بارے میں ایک نشان طلب کیا تھا جسکو خدا تعالیٰ نے شریک کی راہ سے اسی کے عزیزوں پر ڈال کر اسپر اتمام حجت کی آپ اس نشان کے رد یا قبول کے بارے میں ضرور جواب دیں ورنہ ہمارا یہ ایک بھلا قرضہ ہے جو آپ کے ذمہ رہے گا

قولہ۔ مباہلات بھی از قسم معجزات ہی ہیں مگر ہم بروے تعلیم انجیل کسی کے لئے لعنت نہیں مانگ سکتے جناب صاحب اختیار ہیں جو چاہیں مانگیں اور انتظار جواب انجیل تک کریں

اقول۔ صاحب من مباہلہ میں دوسرے پر لعنت ڈالنا ضروری نہیں بلکہ اتنا کہنا کافی ہوتا ہے کہ مثلاً ایک عیسائی کہے کہ میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ درحقیقت حضرت مسیح خدا ہیں اور یہ قرآن خدا تعالیٰ کیطرف سے نہیں اور اگر میں اس بیان میں کاذب ہوں تو خدا تعالیٰ میرے پر لعنت کرے سو یہ صورت مباہلہ انجیل کے مخالف نہیں بلکہ عین موافق ہے آپ غور سے انجیل کو پڑھیں

ماسوائے اس کے میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ اگر آپ نشان نمائی کے مقابلہ سے عاجز

ہیں تو بجز تحقیر اس عاجز کی طرف سے بھی مجھ کو بسر وچشم منظور ہے آپ اقرار نامہ حسب نمونہ مرقومہ بالا شائع کریں اور جس وقت آپ فرماویں میں بلا توقف امرتسر حاضر ہو جاؤں گا یہ تو مجھ کو پہلے ہی سے معلوم ہے کہ عیسائی مذہب ابتداء سے تاریکی میں پڑا ہوا ہے جب سے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کی جگہ دی گئی اور جبکہ حضرت عیسائیوں نے ایک سچے اور کامل اور مقدس نبی افضل الانبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اسلئے میں یقیناً جانتا ہوں کہ حضرات عیسائی صاحبوں میں سے یہ طاقت کسی میں بھی نہیں کہ اسلام کے زندہ نوروں کا مقابلہ کرسکیں میں دیکھتا ہوں کہ وہ نجات اور حیات ابدی جسکا ذکر عیسائی صاحبوں کی زبان پر ہے وہ اہل اسلام کے کامل افراد میں سورج کی طرح چمک رہی ہے اسلام میں یہ ایک زبردست خاصیت ہے کہ وہ ظلمت سے نکال کر اپنے نور میں داخل کرتا ہے جس نور کی برکت سے مومن میں کھلے کھلے آثار قبولیت پیدا ہو جاتے ہیں اور خدا تعالےٰ کا شرف مکالمہ میسر آجاتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنی محبت کی نشانیاں اسمیں ظاہر کر دیتا ہے میں زور سے اور دعوے کو کہتا ہوں کہ ایمانی زندگی صرف کامل مسلمان کو ہی ملتی ہے اور یہی اسلام کی سچائی کی نشانی ہے

اب آپ کے خط کا ضروری جواب ہو چکا اور یہ اشتہار ایک رسالہ کی صورت پر چھپ کر کے آپ کی خدمت میں اور نیز ڈاکٹر کلارک صاحب کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری روانہ کرتا ہوں اب میری طرف سے حجت پوری ہو چکی آئندہ آپ کو اختیار ہے

راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

قبل اس کے کہ اس خط کا ترجمہ درج کیا جاوے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے امریکہ کے اس مفتری الیاس کو بطور چیلنج لکھا تھا یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ناظرین کو مختصر طور پر اس شخص سے تعارف کرادی جاوے پس یاد رہے کہ جان الگزنڈر ڈوئی سکاٹلینڈ کا

اصل باشندہ تھا اور امریکہ میں پہلے پہل ۱۸۸۸ء میں پہنچا سان فرانسسکو میں اترا جس سے پہلے کچھ مدت وہ آسٹریلیا کے جیلخانہ میں بھی رہ چکا تھا ۱۸۹۲ء میں اس نے وعظ کرنا شروع کیا اور اس کے ایک الگ فرقہ کی بنیاد رکھنی شروع کی اس کا دعوے تھا کہ میں لوگوں کو بیماریوں سے شفا دے سکتا ہوں اور اسی دعوے کی وجہ سے کئی زود اعتقاد اور توہم پرست لوگ اس کے ساتھ شامل ہو گئے ان لوگوں کے روپیہ سے وہ ایک امیر آدمی بن گیا اور ۱۹۰۰ء میں موجودہ صیہون کی زمین خریدی جس کے ٹکڑے پھر اپنے ہی مریدوں کے ہاتھ ایک بڑے گراں نرخ بیچے اور یہ ظاہر کیا کہ عنقریب مسیح موعود اسی شہر میں نازل ہوگا ۲ر جون ۱۹۰۱ء کو اس نے یہ دعوے اپنا شائع کیا کہ میں الیاس ہوں جو مسیح کی آمد کیلئے لوگوں کو تیار کرنے آیا ہوں اس دعوئے سے اس کے روپے اور مریدوں میں اور بھی ترقی ہوئی روپے کی کثرت یہاں تک ہوئی کہ سال کے شروع میں وہ دس لاکھ ڈالر یعنی تیس لاکھ روپے سے بھی زیادہ روپیہ اپنے مریدوں سے نئے سال کے تحفے کے طور پر مانگا کرتا تھا۔ اور جب سفر کرتا تو اعلےٰ درجہ کے عیش و عشرت کے سامان اس کے ساتھ ہوتے ۱۹۰۲ء میں اس نے یہ پیشگوئی شائع کی کہ اگر مسلمان صلیبی مذہب کو قبول نہ کریں گے تو وہ سب کے سب ہلاک کر دیئے جائیں گے اور بھی وہ ہر طرح سے اسلام کی ہتک اور توہین نہایت بیباکی سے کرتا۔ جب اس نے اسلام پر ایسے حملے کیے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ مسیح موعود کے دل میں غیرت کا جوش ڈالا اور آپ نے ستمبر ۱۹۰۲ء میں اسے انگریزی میں ایک چٹھی لکھی جو اسی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ستمبر ۱۹۰۲ء کے پرچہ میں شائع ہو چکی ہے جسمیں حضرت مسیح موعود نے اسے مباہلہ کے لیئے دعوت کی خلاصہ اس ساری چٹھی کا یہ تھا کہ دونوں فریق دعا کریں کہ جو شخص ہم سے جھوٹا ہے خدا تعالیٰ اُسے سچے کی زندگی میں ہلاک کرے یہ ڈوئی کی اس پیشگوئی کا جواب تھا جو اس نے تمام اہل اسلام کی ہلاکت کے لیئے کی تھی یہ چٹھی بڑی کثرت سے امریکہ کے اخباروں میں شائع ہوئی اور انگلستان کے بعض نے بھی شائع کیا۔ یہانتک کثرت سے اسکی اشاعت ہوئی کہ ہمارے پاس بھی ایسی بہت سی اخباریں پہنچ گئیں جن میں اس مباہلہ کا ذکر تھا۔

یہاں چونکہ مفصل واقعات لکھنا مقصود نہیں اسلئے اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے یہ شخص پیشگوئی کے

موافق مرگیا - ایڈیٹر

اصل خط کا ترجمہ

ہر ایک کو جو حق کا طالب ہے معلوم ہو کہ یہ قدیم سے سنت اللہ ہے کہ جب زمین پر بد عقیدگی اور بد اعمالی پھیل جاتی ہے اور لوگ اس سچے خدا کو چھوڑ دیتے ہیں جو آدم پر ظاہر ہوا اور پھر شیث پر اور پھر نوح پر اور ایسا ہی ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور یوسف پر اور موسے پر اور آخر میں جناب سید الرسل محمد مصطفے صلے علیہ وسلم پر تو ایسے زمانہ میں جب کہ خطرناک ناپاکی اور بدکاری اور دنیا پرستی اور غافلانہ زندگی سے زمین ناپاک ہو جاتی ہے خدا تعالیٰ کسی بندہ کو مامور کر کے اور اپنی طرف سے اسمیں روح پھونک کر دنیا کی اصلاح کیلئے بھیج دیتا ہے اور اسکو اپنی عقل میں سے عقل بخشتا ہے اور اپنی طاقت میں سے طاقت اور اپنے علم میں سے علم عطا کرتا ہے اور خدا کی طرف سے ہونیکا اسمیں یہ نشان ہوتا ہے کہ دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اگر معارف حقایق کی رو سے کوئی شخص اس کے مقابل پر آوے تو وہی حقایق اور معارف میں غالب آتا ہے اور اگر اعجازی نشانوں کو مقابلہ ہو تو غلبہ اسی کو ہوتا ہے اور اگر کوئی اس طور سے اس کے ساتھ بالمقابل یا بطور خود مباہلہ کرے کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے تو ضرور اس کا دشمن پہلے مرتا ہے اب اس زمانہ میں جب خدا نے دیکھا کہ زمین بگڑ گئی اور کروڑہا مخلوقات نے شرک کی راہ اختیار کر لی اور چالیس کروڑ سے بھی زیادہ ایسے لوگ دنیا میں پیدا ہو گئے کہ ایک عاجز انسان مریم کے بیٹے کو خدا بنا بیٹھے ہیں اور ساتھ ہی شراب خواری اور بدعقیدگی اور دنیا پرستی اور غافلانہ زندگی انتہا تک پہونچ گئی تو خدا تعالیٰ نے مجھے اس کام کیلئے مامور کیا کہ تا میں ان خرابیوں کی اصلاح کروں سو اب تک میرے ہاتھ پر ایک لاکھ کے قریب انسان بدی سے اور بدعقیدگی اور بد اعمالی سے توبہ کر چکا ہے اور ڈیڑھ سو سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکا ہے جس کے اس ملک میں کئی لاکھ انسان گواہ ہیں اور میں بھیجا گیا ہوں کہ تا زمین پر دوبارہ توحید کو قایم کروں اور انسان پرستی یا سنگ پرستی سے لوگوں کو نجات دیکر خدائے واحد لاشریک کی [illegible] اور راستبازی کیطرف ان کو توجہ دلوں چنانچہ

میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں میں ایک تحریک پیدا ہو گئی ہے اور ہزارہا لوگ میرے ہاتھ پر توبہ کرتے جاتے ہیں اور آسمان سے ہوا بھی ایسی چل رہی ہے کہ اب توحید کے موافق طبیعتیں ہوتی جاتی ہیں اور صریح معلوم ہوتا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ انسان پرستی کو دنیا سے معدوم کر دے اس ارادہ کے پورا کرنے کیلئے صدہا اسباب پیدا کئے گئے ہیں۔ افسوس کہ مخلوق پرست لوگ جن سے مراد میری اس جگہ وہ عیسائی ہیں جو مریم کے صاحبزادہ کو خدا جانتے ہیں ابھی اپنے مشرکانہ مذہب کی اس ترقی پر خوش نہیں ہوئے جو اب تک ہو گئی ہے بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ تمام دنیا حقیقی خدا کو چھوڑ کر اس ضعیف اور عاجز انسان کو خدا کر کے مانے جسکو ذلیل یہودیوں نے پکڑ کر صلیب پر کھینچا تھا اس خواہش کا بجز اس کے اور کوئی سبب نہیں کہ مخلوق پرستی کی عادت نہایت بدعادت ہے جسمیں گرفتار ہو کر پھر انسان دیکھتا ہوا اندھا ہو جاتا ہے مگر پادریوں کی اس قدر دلیری بہت ہی قابل تعجب ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ زمین پر ایک ایسا شخص رہے کہ وہ اس اصلی خدا کو ماننے والا ہو جو ابن مریم اور اس کی ماں کے پیدا ہونے سے بھی پہلے ہی موجود تھا بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ کل دنیا اور کل نوع انسان جو آسمان کے نیچے ہے ابن مریم کو ہی خدا سمجھ لے اور اسی کو اپنا معبود اور خالق اور خداوند اور منجی مان لے اور میں دیکھتا ہوں کہ ان کے ارادوں کے مقابل پر خدائے ذوالجلال ... بہت صبر کیا ہے اس کی عزت عاجز بندہ کو دیگئی ہے اس کے جلال کو خاک میں ملایا گیا۔ مگر اسنے آج تک صبر کیا کیونکہ جیسا کہ وہ غیور ہے ویسا ہی وہ صابر بھی ہے ان ظالم مخلوق پرستوں نے تمام خدائی صفات یسوع ابن مریم کو دیدی ہیں اب ان کی نظر میں جو کچھ ہے یسوع ہے اس کے سوا کوئی نہیں اب سینئے خدا کی مثال ایسی ہے کہ ایک امیر نے اپنے عزیزوں کے لئے ایک نہایت عمدہ گھر بنایا اور اس کے ایک حصہ میں ایک بستان سرائے تیار کیا جسمیں ہر طرح کے پھول اور پھل اور سایہ دار درخت تھے اور اس گھر کے ایک حصہ میں اپنے ان عزیزوں کو رکھا اور ایک حصہ میں اپنا مال و حشمت اور قیمتی اسباب مقفل کیا اور ایک حصہ بطور سرائے کے مسافروں کے لئے چھوڑا لیکن جب مالک چند روز کیلئے سیر کو گیا تو ایک شوخ دیدہ اجنبی نے اس کے اس گھر پر جو بطور سرائے کے تھا دخل اور تصرف کر

لیا اور تمام گھر بجز چند حجروں کے جنمیں اس مالک کے عزیز تھے یا جن میں اس مالک کا قیمتی اسباب مقفل تھا۔ خود بخود استعمال میں لانے لگا اور اس سرائے کو اپنا گھر بنا لیا اور پھر یہ کفایت نہ کی بلکہ اس گھر سے اس مالک کے عزیزوں کو نکالدیا اور مقفل مکانوں کے قفل توڑ دیئے اور تمام اسباب پر اپنا قبضہ کر لیا اب مالک جو صرف اس گھر کا مالک نہیں بلکہ اس ملک کا بادشاہ بھی ہے جب اس شہر میں آئے گا اور اس ظلم اور شوخی کو دیکھے گا تو کیا کرے گا۔ اس کا یہی جواب ہے کہ جو کچھ مقتضا اس کی سلطنت اور غیرت جبروت کا ہے سب کچھ عمل میں لائے گا اور اس گھر کو اس ظالم سے خالی کرا کر پھر اپنے مظلوم عزیزوں کو اس میں داخل کرے گا اور وہ تمام مال جو غصب کیا گیا ان کو دے گا اور وہ مسافر خانہ بھی انہیں عطا کر دیگا۔ تا آئندہ ان کے مرضی کے برخلاف کوئی اس میں زیادہ ٹھہر نہ سکے اسی طرح اب زمانہ آگیا کہ تمام مذہبی جھگڑوں کا فیصلہ کر دیوے۔ انسانوں میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں بہت جنگ ہوئے لیکن ان کے جنگوں یا جہادوں سے یہ فیصلہ نہ ہو سکا آخر ان کی تلواریں ٹوٹ کر رہ گئیں اس سے انسانوں [illegible] تا کہ مذہبی جھگڑوں کا تلوار فیصلہ نہیں کر سکتی لیکن ہم جانتے ہیں کہ اب آسمانی فیصلہ نزدیک ہے کیونکہ خدائے غیور کی زمین پر نہایت تحقیر ہو رہی ہے ہر ایک عیسائی مشنری یہ جوش اپنے دل میں رکھتا ہے کہ وہ خدا جسکی نسبت توریت میں اب تک صحیح تعلیم موجود ہے اسکو بالکل معطل کر کے ابن مریم کو اس کا تخت دیا جائے اور دنیا میں ایک بھی اس خدا کا نام لیوا نہ ہو اور ہر ایک قوم کے منہ سے اور ہر ایک ملک سے یہی آواز نکلے کہ یسوع مسیح خدا اور رب العالمین اور خداوندوں کا خداوند ہے اور یہ صرف آرزو نہیں بلکہ یسوع کو خدا بنانے کیلئے جس قدر روپیہ خرچ کیا گیا ہے جسقدر کتابیں لکھی گئی ہیں جسقدر ہر ایک تدبیر کی گئی دنیا کی ابتدا سے آج تک اس کی نظیر موجود نہیں اور افسوس کہ ایک مدت سے مسلمانوں کی یہ عادت ہے کہ معقول اور سیدھے طور پر اس مذہب کا مقابلہ نہیں کرتے بلکہ اگر خاص مجموعوں میں کبھی یہ ذکر آتا ہے تو بڑا ذریعہ اپنی ترقی کا جہاد کو ٹھہراتے ہیں اور ایسے زمانہ کے منتظر ہیں کہ گویا اس وقت ان کا کوئی مہدی اور مسیح تلوار سے تمام قوموں کو نابود کر دے گا گویا وہ اعتراض جو نادانوں نے آنحضرت صلی

علیہ وسلم کی تلوار پر کیا تھا اس کا جواب بھی آخرکار تلوار ہی ہوگا میری دانست میں یہی سبب
مسلمانوں کے تنزل کا ہے کہ انسانی رحم کی قوت ان کے دلوں سے بہت گھٹ گئی ہے
میں ہر ایک مسلمان کو ایسا نہیں سمجھتا لیکن میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ کروڑہا انسان
بھی ان میں ایسے موجود ہیں کہ بنی نوع کے خون کے پیاسے ہیں مجھے تعجب ہے کہ کیا وہ یہ
کرتے ہیں کہ ان کو کوئی قتل کر دے اور ان کے یتیم بچے اور ان کی بیوہ عورتیں بیکسی کی
حالت میں رہ جائیں پھر وہ دوسروں کی نسبت ایسا کرنا کیوں روا رکھتے ہیں مجھے یقین ہے
کہ یہ مرض مسلمانوں کے لاحق حال نہ ہوتی تو وہ تمام یورپ کے دلوں کو فتح کر لیتے ہر ایک
ملک کا کانشنس گواہی دیتا ہے کہ عیسائی مذہب کچھ بھی چیز نہیں انسان کو خدا بنا دینا
کسی عقلمند کا کام نہیں یسوع مسیح میں اور انسانوں کی نسبت ایک ذرہ خصوصیت نہیں بلکہ
بعض انسان اس سے بہت بڑھ کر گذرے ہیں اور اب بھی یہ عاجز اسی لیے بھیجا گیا
ہے کہ تا خدائے قادر لوگوں کو دکھلائے اور اس کا فضل اس عاجز پر اس مسیح سے بڑھ
کر ہے اور پھر یہ غلطیاں کہ گویا یسوع مسیح اب تک زندہ ہے اور گویا وہ آسمان پر ہے
اور گویا وہ سچ مچ مردے زندہ کیا کرتا تھا۔ اور اس کے مرنے پر یروشلم کے تمام مردے جو
آدم کے وقت سے لیکر مسیح کے وقت تک مرچکے تھے زندہ ہو کر شہر میں آگئے تھے
یہ سب جھوٹی کہانیاں ہیں جیسا کہ ہندوؤں کے پرانوں میں ہیں اور سچ صرف اسقدر ہے
کہ اس نے بھی بعض معجزات دکھلائے جیسا کہ نبی دکھلاتے تھے اور جیسا کہ اب خدا تعالیٰ
اب اس عاجز کے ہاتھ سے دکھلا رہا ہے مگر مسیح کے کام تھوڑے تھے اور جھوٹ ان
میں بہت ملایا گیا کس قدر قابل شرم جھوٹ ہے کہ وہ زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گیا مگر
اصل حقیقت صرف اس قدر ہے کہ وہ صلیب پر مرا نہیں واقعات صاف گواہی دیتے
ہیں کہ مرنے کی کوئی بھی صورت نہیں تھی تین گھنٹے کے اندر صلیب پر سے اوتار اگیا شدت
درد سے بیہوش ہو گیا خدا کو منظور تھا کہ یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دے اس لیے
اس وقت بباعث کسوف خسوف سخت اندھیرا ہو گیا یہودی ڈر کر اسکو چھوڑ گئے
اور یوسف نام ایک پوشیدہ مرید کے وہ حوالہ کیا گیا کہ آخر افاقہ ہونے پر ملک سے نکل

گیا اور نہایت مضبوط دلایل سے ثابت ہوگیا ہے کہ پھر وہ سیر کرتا ہوا کشمیر میں آیا باقی حصہ عمر کا کشمیر میں بسر کیا سری نگر محلہ خان یار میں اُسکی قبر ہے افسوس خواہ نخواہ افترا کے طور پر آسمان پر چڑھایا گیا اور آخر قبر کشمیر میں ثابت ہوئی اسبات کے ایک دو گواہ نہیں بلکہ میں ہزار سے زیادہ گواہ ہیں۔

اس قبر کے بارے میں ہم نے بڑی تحقیق سے ایک کتاب لکھی ہے جو عنقریب شائع کیجائے گی مجھے اس قوم کے شنہ زدوں پر بڑا ہی افسوس آتا ہے جنہوں نے فلسفہ طبعی ہئیت سب پڑھکر ڈبو دیا ہے اور خواہ نخواہ ایک عاجز انسان کو پیش کرتے ہیں کہ اسکو خدا مان لو چنانچہ حال ہی میں ملک امریکہ میں یسوع مسیح کا ایک رسول پیدا ہوا ہے جس کا نام ڈوئی ہے اسکا دعوے ہے کہ یسوع مسیح نے بحیثیت خدائی دنیا میں اسکو بھیجا ہے تا سب کو اسبات کیطرف کھینچے کہ بجز مسیح کے اور کوئی خدا نہیں مگر یہ کیسا خدا ہے کہ یہودیوں کے ہاتھ سے اپنے آپ کو بچا نہ سکا ایک دغا باز شاگرد نے اسکو پکڑوا دیا اس کا کچھ بند و بست نہ کر سکا انجیر کے درخت کیطرف دوڑا گیا اور یہ خبر نہ ہوئی کہ اس پر پھل نہیں اور جب قیامت کے بارے میں اس سے پوچھا گیا کہ کب آئے گی تو بے خبری ظاہر کی اور لعنت جسکے یہ معنے ہیں کہ دل ناپاک ہوجائے اور خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا سے اُسکی محبت بیہ دور جا پڑے وہ اسپر پڑی اور پھر وہ آسمان کیطرف اسلئے چڑھا کہ باپ اس سے بہت دور تھا کروڑ ہا کوس سے بھی زیادہ دور تھا۔ اور یہ دوری کسی طرح دور نہیں ہو سکتی تھی جب تک وہ مع جسم آسمان پر نہ چڑھتا دیکھو کس قدر کلام کا تناقض ہے ایک طرف تو یہ کہتا ہے کہ میں اور باپ ایک ہیں اور ایک طرف کروڑہا کوس کا سفر کرکے اس کے ملنے کو جاتا ہے جبکہ باپ اور بیٹا ایک تھے تو اسقدر مشقت سفر کی کیوں اٹھائی جہاں ہوتا وہیں باپ بھی تھا دو تو ایک جو ہوئے اور پھر وہ کس کے دہنے ہاتھ بیٹھا اب ہم ڈوئی کو مخاطب کرتے ہیں جو یسوع مسیح کو خدا بناتا اور اپنے تئیں اس کا رسول قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ توریت استثنا ۱۸ باب آیت پندرہ کی پیشگوئی میرے حق میں ہے اور میں ہی ایلیا اور میں ہی عہد کا رسول ہوں نہیں جانتا کہ یہ مصنوعی خدا اس کا مر سے کے کبھی خواب خیال

کی حالت میں تھا موسیٰ نے بنی اسرائیل کو یہی بار بار کہا کہ کسی جسم جیسے انسان یا حیوان
کو خدا قرار نہ دینا آسمان پر سے نہ زمین سے۔ خدا نے تم سے باتیں کیں مگر تم نے اس کی
کوئی صورت نہیں دیکھی تمہارا خدا صورت اور جسم سے پاک ہے مگر اب ڈوئی موسیٰ
کے خدا سے برگشتہ ہو کر وہ خدا پیش کرتا ہے جسکے چار بھائی اور ایک ماں ہے اور بار بار
اپنے اخبار میں لکھتا ہے کہ اسکے خدا یسوع مسیح نے اسکو خبر دی ہے کہ تمام مسلمان تباہ اور
ہلاک ہو جائیں گے اور دنیا میں کوئی زندہ نہیں رہے گا بجز ان لوگوں کے جو مریم کے
بیٹے کو خدا سمجھ لیں اور ڈوئی کو اس مصنوعی خدا کا رسول قرار دیں ہم ڈوئی کو ایک پیغام
دیتے ہیں کہ اسکو تمام مسلمانوں کے مارنے کی کیا ضرورت ہے غریب مریم کے صاحبزادے
کو خدا کیونکر مان لیں بالخصوص اس زمانہ میں جبکہ ڈوئی کے خدا کی قبر بھی اس ملک
میں موجود ہے اور ان میں وہ مسیح موعود بھی موجود ہے جو چھٹے ہزار کے اخیر اور ساتویں
ہزار کے سر پر ظاہر ہوا جس کے ساتھ بہت سے نشان ظہور میں آئے اور ڈوئی کا
یہ الہام کہ تمام مسلمان ہلاک ہو جائیں گے اور وہی لوگ باقی رہیں گے جو یسوع مسیح کو
خدا مانیں گے اور ساتھ ہی ڈوئی کو بھی خدا کا رسول مان لیں گے اس الہام کے رو سے
تو باقی عیسائیوں کو بھی خیر نہیں کیونکہ گو وہ مریم کے صاحبزادہ کو خدا مانتے ہیں مگر یہ جھوٹا
رسول جو ڈوئی ہے ابتک انہوں نے تسلیم نہیں کیا اور ڈوئی نے صاف طور پر یہ الہام
شائع کیا ہے کہ صرف یسوع مسیح کو خدا ماننا کافی نہیں جب تک ڈوئی کو بھی ساتھ ہی
نہ مان لیں اور چاہیئے کہ صاف اقرار کرے کہ ڈوئی ایلیا اور ڈوئی عہد کا رسول اور ڈوئی
[illegible] میں ہی وہ پیشگوئی ہے جو توریت استثنا باب ۱۸ آیت پندرہ میں ہے تب
بچیں گے ورنہ ہلاک ہو جائیں گے غرض ڈوئی بار بار لکھتا ہے کہ عنقریب یہ سب لوگ
ہلاک ہو جائیں گے بجز اس گروہ کے جو یسوع کی خدائی مانتا ہے اور ڈوئی کی رسالت
اس صورت میں یورپ اور امریکہ کے تمام عیسائیوں کو چاہیئے کہ بہت جلد ڈوئی کو
مان لیں تا ہلاک نہ ہو جائیں اور جبکہ انہوں نے ایک نامعقول امر کو مان لیا ہے یعنی یسوع
مسیح کی خدائی کو چلو یہ دوسرا نامعقول امر بھی مان لو کہ اس خدا کا ڈوئی رسول ہے

پیچھے مسلمان سو ہم ڈوئی صاحب کی خدمت میں باادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں
کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا
فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا خدا ہے یا ہمارا خدا وہ بات یہ ہے کہ وہ ڈوئی صاحب تمام
مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سناویں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے
رکھکر یہ دعا کردیں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا
جانتا ہے مگر میں اسکو ایک بندہ عاجز مگر نبی جانتا ہوں اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں
میں سے سچا کون ہے چاہیئے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی
لکھے اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہنچے گی تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کرونگا
کہ انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھدوں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ
سے اور تمام عیسائیوں کیلئے حق کی شناخت کیلئے ایک راہ نکل آئے گی میں نے ایسی دعا
کے لئے سبقت نہیں کی بلکہ ڈوئی نے اسکی سبقت دیکھکر غیور خدا نے میرے اندر یہ
جوش پیدا کیا اور یاد رہے کہ میں اس ملک میں معمولی انسان نہیں ہوں میں وہی مسیح موعود
ہوں جسکا ڈوئی انتظار کر رہا ہے صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود پچیس برس
کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا اور میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا اور وہ میں ہی
ہوں صدہا نشان زمین سے اور آسمان سے میرے لیئے ظاہر ہو چکے ایک لاکھ کے قریب
میرے ساتھ جماعت ہے جو زور سے ترقی کر رہی ہے ڈوئی بیہودہ باتیں اپنے ثبوت میں لکھتا
ہے کہ میں نے ہزارہا بیمار توجہ سے اچھے کئے ہیں ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیوں پھر اپنی بیٹی
کو اچھا نہ کر سکا جو بچہ جننے کے وقت مر گئی اور ڈاکٹر اسکی بیماری پر بلایا گیا مگر وہ گذر گئی یاد رہے کہ اس ملک
کے صدہا عام لوگ اس قسم کے عمل کرتے ہیں اور سلب امراض میں بہتوں کو مشق ہو جاتی ہے
اور کوئی ان کی بزرگی کا قائل نہیں ہوتا پھر امریکہ کے سادہ لوحوں پر نہایت تعجب ہے کہ وہ کس
خیال میں پھنس گئے کیا ان کے لئے مسیح کو ناحق خدا بنانے کا بوجھ کافی نہ تھا کہ یہ دوسرا بوجھ
بھی انہوں نے اپنے گلے ڈال لیا اگر ڈوئی اپنے دعوے میں سچا ہے اور درحقیقت یسوع مسیح
خدا ہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہو جائے گا کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں

کے مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے لیکن اگر اس نے اس نوٹس کا جواب نہ دیا اور یا اپنے لاف و گزاف کے مطابق دعا کر دی اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کیلئے ایک نشان ہو گا مگر یہ شرط ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری سے یا بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے یا کسی درندہ کے پھاڑنے سے ہو اور ہم اس جواب کیلئے ڈوئی کو تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو آمین۔

یاد رہے کہ صادق اور کاذب میں فیصلہ کرنے کیلئے ایسے امور ہرگز معیار نہیں ٹھہر سکتے جو دنیا کی قوموں میں مشترک ہیں کیونکہ کم و بیش ہر ایک قوم میں وہ پائے جاتے ہیں انہیں امور میں سے طریق سلب امراض بھی ہے یہ طریق نامعلوم وقت سے ہر ایک قوم میں رائج ہے ہندو بھی ایسے کرتب کیا کرتے ہیں اور یہودیوں میں بھی یہ طریق چلے آتے ہیں اور مسلمانوں میں بھی بہت سے لوگ سلب امراض کے مدعی ہیں اور سچ بات یہ ہے کہ اس طریق کو حق اور باطل کے فیصلہ کرنے کیلئے کوئی دخل نہیں کیونکہ اہل حق اور اہل باطل دونوں اسمیں دخل پیدا کر سکتے ہیں چنانچہ انجیلوں سے بھی ثابت ہے کہ جب حضرت عیسےٰ اس طریق توجہ سے بعض امراض کو اچھا کرتے تھے تو ان کی زندگی میں ہی ایسے لوگ بھی موجود تھے کہ ان کے مرید اور حواری نہ تھے مگر اسی طرح امراض کو اچھا کر لیتے تھے جیسا کہ حضرت عیسےٰ کر لیتے تھے اور اسوقت ایک تالاب بھی ایسا تھا جسمیں غوطہ لگا کر اکثر امراض اچھی ہو جاتی تھیں تو یہ مشق توجہ اور سلب امراض کی جو عام طور پر قوموں کے اندر پائی جاتی ہے یہ سچے مذہب کیلئے کامل شہادت نہیں ٹھہر سکتی ہاں اس صورت میں کامل شہادت ٹھہر سکتی ہے کہ دو فریق جو اپنے اپنے مذہب کی سچائی کے مدعی ہیں وہ چند بیمار مثلاً تیس بیمار قرعہ اندازی سے باہم تقسیم کر لیں اور پھر ان دونوں میں سے جسکے بیمار فریق مقابل سے بہت زیادہ اچھے ہو جائیں اسکو حق پر سمجھا جائے گا چنانچہ گذشتہ دنوں میں ایسا ہی میں نے اس ملک میں اشتہار دیا تھا مگر کسی نے اس کا مقابلہ نہ کیا مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ڈوئی یا اور کوئی ڈوئی کا ہمجنس اس مقابلہ کیلئے میرے مقابل آئے تو میرا خدا اس کو سخت ذلیل

[illegible] جھوٹا ہے اور اسکا خدا بھی باطل [illegible]
کا انعقاد دوری میں یہ مقابلہ میسر نہیں آسکتا مگر خوشی کی بات ہے کہ ڈوئی نے خود [illegible]
فیصلہ پیش کیا ہے کہ مسلمان جھوٹے ہیں اور ہلاک ہو جائیں گے اس [illegible] ہم کسی
قدر ترمیم کرتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کو نشانہ بنانے کی ضرورت نہیں اس طرح پر تو ڈوئی کے
میں مکار لوگوں کی طرح یہ عذر باقی رہ جائے گا کہ مسلمان ہلاک نہ ہوں گے مگر پچاس پچاس
یا سو برس کے بعد اتنے میں ڈوئی خود مر جائے گا تو کوئی اسکی قبر پر جاکر اسکو ملزم کرے گا
کہ تیری پیشگوئی جھوٹی نکلی پس اگر ڈوئی کی سیدھی نیت ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ سبق
درحقیقت مریم کے صاحبزادہ ہی نے اسکو دیا ہے جو اس کے نزدیک خدا ہے تو یہ ٹھگوں
والا طریق اسکو اختیار نہیں کرنا چاہیئے کہ اس سے کوئی فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ طریق یہ ہے
کہ وہ اپنے مصنوعی خدا سے اجازت لیکر میرے ساتھ اس معاملہ میں مقابلہ کرے میں
ایک آدمی ہوں جو پیرانہ سالی تک پہنچ چکا ہوں میری عمر غالباً چھیاسٹھ سال سے بھی کچھ
زیادہ ہے اور ذیابیطس اور اسہال کی بیماری بدن کے نیچے کے حصہ میں اور دوران سر
اور کمی دوران خون کی بیماری بدن کے اوپر کے حصہ میں ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ میری
زندگی میری صحت سے نہیں بلکہ میرے خدا کے حکم سے ہے پس اگر ڈوئی کا مصنوعی خدا
کچھ طاقت رکھتا ہے تو ضرور میرے مقابل اس کو اجازت دیگا اگر تمام مسلمانوں کے ہلاک
کرنے کے عوض میں صرف میرے ہلاک کرنے سے ہی کام ہو جائے تو ڈوئی کے ہاتھ میں
ایک بڑا نشان آجائے گا پھر لاکھوں انسان مریم کے بیٹے کو خدا مان لیں گے اور نیز ڈوئی کی
رسالت کو بھی اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام دنیا کے مسلمانوں کی نفرت عیسائیوں کے
خدا کی نسبت ترازو کے ایک پلہ میں رکھی جائے اور دوسرے پلہ میں میری نفرت رکھی جائے
تو میری نفرت اور بیزاری عیسائیوں کے بناوٹی خدا کی نسبت تمام مسلمانوں کی نفرت سے
وزن میں زیادہ نکلے گی۔

میں سب پرندوں سے زیادہ کبوتر کا کھانا پسند کرتا ہوں کیونکہ وہ عیسائیوں کا خدا
ہے معلوم نہیں کہ ڈوئی کی اس میں کیا رائے ہے کیا وہ بھی اسکی نرم نرم ہڈیاں دانتوں

[illegible] یا خدائی کی مغایرت کیوجہ سے اسپر کچھ رحم کرتے اور اسکی حرمت کے
قائل ہوتے دیکھو ہندوؤں نے جب سے گائے کو پرستش کا اوتار مانا ہے تب سے وہ گائے
کو ہرگز نہیں کھاتے تو کیا پس وہ ان عیسائیوں سے اچھے رہے جنہوں نے اس کبوتر کی
کچھ عظمت نہ کی جسکی شبیہ میں ان کا خدا ظاہر ہوا جس نے مسیح کو آسمان سے آواز
دی کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے پس اس رشتہ کے لحاظ سے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے کبوتر مسیح کا
باپ ہوا گویا خدا کا باپ ٹھہرا مگر تب بھی عیسائیوں نے اس کے کھانے سے پرہیز نہیں
کیا حالانکہ وہ اس لائق تھا کہ اسکو خداوند خدا کہا جائے خدا نے جب کہ توریت میں یہ کہا
کہ آدم کو میں نے اپنی صورت میں پیدا کیا تھی سے انسان کا گوشت انسانوں پر حرام
کیا گیا پھر کیا وجہ اور کیا سبب کہ کبوتر جو عیسائیوں کے خدا کا باپ ہے جس نے مسیح
کو بیٹے کا خطاب دیا وہ کھایا جاتا ہے اور نہ صرف کھایا جاتا بلکہ اس کے گوشت
کی تعریف بھی کیجاتی ہے جیسا کہ انسائکلوپیڈیا صفحہ ۸ جلد ۱۹ میں لکھا ہے کہ کبوتر کا گوشت
تمام پرندوں سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے جن لوگوں کو کبوتر کی قسم فروٹ پجن کھانے کا
اتفاق خوش قسمتی سے ہوا ہے انہوں نے یہ شہادت دی ہے اور یہود کی شریعت کے
مطابق جسکو بکرا ذبح کرنے کی توفیق نہ ہو وہ کبوتر ذبح کرے لوقا ۲-۲۴ اور مریم نے بھی
دو کبوتر ذبح کئے تھے کیونکہ وہ غریب تھی لوقا ۲-۲۴ اب دیکھو ایک طرف تو کبوتر کو خدا بنایا
اور ایک طرف کبوتر پر ہمیشہ چھری پھیر دیجاتی ہے۔ مسیح تو صرف ایکدفعہ صلیب پر چڑھ
کر تمام عیسائیوں کا شفیع بن گیا مگر بیچارہ کبوتر کو اس شفاعت سے کچھ حصہ نہ ملا جس
کی بوٹی بوٹی ہمیشہ دانتوں کے نیچے پیسی جاتی ہے چنانچہ ہم نے بھی کل ایک سفید
کبوتر کھایا تھا لہذا روح القدس کی تائید سے یہ تحریک پیدا ہوئی اور انسائکلوپیڈیا میں
جو پانسو قسم کبوتر کی لکھی ہے یہ بھی میری رائے میں ناقص ہے کیونکہ اس میں اس کبوتر
کو شامل نہیں کیا گیا جس کی شبیہ میں عیسائیوں کا خدا ظاہر ہوا تھا اس لئے اس بیان
کی یوں تصحیح کرنی چاہئے کہ کبوتر کی اقسام ۵۰۱ ہیں اور اسکی تصریح کر دینی چاہئے کہ یہ ایک
نئی قسم وہ داخل کیگئی ہے جسمیں خدا مسیح پر نازل ہوا تھا۔

میں ایسے شخص کا سخت دشمن ہوں کہ جو کبھی [illegible]
خیال کرے کہ میں خدا ہوں گو میں مسیح ابن مریم کو اس تہمت سے بکلی پاک و بری جان
کر اس نے کبھی خدائی کا دعوےٰ کیا تاہم میں دعوےٰ کرنے والے کو تمام گنہگاروں سے بدتر
سمجھتا ہوں نہیں جانتا ہوں اور مجھے دکھایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم اس تہمت سے بری
اور بے استبار ہے اور اس نے کئی دفعہ مجھ سے ملاقات کی لیکن ہر ایک دفعہ اپنی عاجزی
اور عبودیت ظاہر کی ایک دفعہ میں نے اور اس نے عالم کشف میں جو گویا بیداری کا عالم
تھا ایک جگہ بیٹھکر ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھایا اور اس نے اپنی فروتنی اور محبت
سے میرے پر ظاہر کیا کہ وہ میرا بھائی ہے اور میں نے بھی محسوس کیا کہ وہ میرا بھائی ہے تب
سے میں اسکو اپنا ایک بھائی سمجھتا ہوں سو جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کے موافق میرا
یہی عقیدہ ہے کہ وہ میرا بھائی ہے گو مجھے حکمت اور مصلحت الٰہی نے اس کی نسبت زیادہ
کام سپرد کیا ہے اور اسکی نسبت زیادہ فضل و کرم کے وعدے دیئے ہیں مگر پھر بھی میں اور
وہ روحانیت کے رو سے ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں اسی بنا پر میرا آنا اسی کا
آنا ہے جو مجھ سے انکار کرتا ہے وہ اس سے بھی انکار کرتا ہے اس نے مجھے دیکھا
اور خوش ہوا پس وہ جو مجھے دیکھتا اور ناخوش ہوتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے
نہ مجھ میں سے اور نہ مسیح ابن مریم میں سے۔ اور مسیح ابن مریم مجھ میں سے ہے اور
میں خدا سے ہوں مبارک وہ جو مجھے پہچانتا ہے اور بدقسمت وہ جس کی آنکھوں
سے میں پوشیدہ ہوں +

خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی

ڈوئی کے نام دوسرا کھلا خط

ڈوئی نے اس خط کا بھی کچھ جواب نہ دیا۔ تو حضرت مسیح موعود نے ایک اور
خط عام اعلان کے طور پر شائع کیا۔ جو یہ ہے۔ ایڈیٹر

[illegible] جب [illegible] سے آلودہ ہو جاتی ہے اور اس حقیقت کے بے خبر ہو جاتی
ہے جو انسان کی پیدائش کی اصل غرض ہے تب خدا کی رحمت تقاضا کرتی ہے کہ ایک
کامل الفطرت انسان کو اپنی ذات سے پاک تعلق بخش کر اور اپنے مکالمہ سے اسکو مشرف
کر کے اور اپنی محبت میں اسکو انتہا تک پہونچا کر اسکے ذریعہ سے دوبارہ زمین کو پاک صاف
کرے۔ انسان خدا تو نہیں ہو سکتا مگر بڑے بڑے تعلقات اس سے پیدا کر لیتا ہے
جب وہ بالکل خدا کیلئے ہو جاتا ہے اور اپنے تئیں صاف کرتا کرتا ایک مصفا آئینہ کیطرح بن
جاتا ہے تب اس آئینہ میں عکسی طور پر خدا کا چہرہ نمودار ہوتا ہے اسصورت میں وہ بشری
اور خدائی صفات میں ایک مشترک چیز بن جاتا ہے اور کبھی اس سے صفات الہیہ صادر ہوتی
ہیں کیونکہ اسکے آئینہ وجود میں خدا کا چہرہ منعکس ہے اور کبھی اوس سے بشری صفات صادر
ہوتی ہیں کیونکہ وہ بشر ہے اور ایسے انسانوں کو دیکھنے والے کبھی دھوکا کھا کر اور صرف ایک پہلو
کا کرشمہ دیکھ کر ان کو خدا سمجھنے لگتے ہیں اور دنیا میں مخلوق پرستی اسی وجہ سے آئی ہے اور
صدہا انسان اسی دھوکا سے خدا بنائے گئے ہیں مگر ہمارے اس زمانہ میں جسقدر صلیبیوں
کا وہ فرقہ جو حضرت مسیح کو خدا جانتا ہے اس دھوکا میں مبتلا ہے اسقدر کوئی اور قوم
مبتلا نہیں مسیح سے صدہا برس پہلے جو لوگ خدا بنائے گئے تھے جیسے راجہ رامچندر و مہاراجہ
کرشن گوتم بدھ ہمارے اس زمانہ میں ان کے پیرو متنبہ ہو جاتے ہیں کہ یہ ان کی
غلطیاں تھیں مگر افسوس حضرت مسیح کے پیرو اب تک اس زمانہ میں بھی خواہ نخواہ خدائی
کا خطاب ان کو دے رہے ہیں اگر اس خیال کا بطلان ایسا بدیہی تھا کہ کسی دلیل
کی ضرورت نہ تھی مگر افسوس کہ عیسائی ابھی تک اس زمانہ کی ہوا سے بھی [illegible] میں
[illegible] بعض لوگوں نے جب دیکھا کہ ایسے لغو خیالات کا زمانہ ہی دن بدن مخالف ہوتا جاتا ہے
تو انہوں نے اپنی معمولی طریقوں سے مایوس ہو کر یہ ایک نیا طریق اختیار کیا کہ کوئی
ان میں سے الیاس بن گیا اور کسی نے یہ دعوے کر دیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں اور میں
ہی خدا ہوں اس مجمل فقرہ سے مراد میری یہ ہے کہ لنڈن میں تو مسٹر پگٹ نے خدائی اور
مسیحیت کا دعویٰ کیا اور امریکہ میں مسٹر ڈوئی الیاس بن بیٹھے اور پیشگوئی کر دی کہ مسیح ابن مریم

پچیس ۲۵ برس تک دنیا میں آجائے گا۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ڈوئی نے تو بزدلی دکھلائی اور الیاس بننے میں بھی اپنی پردہ دری سے ڈرتا رہا اور مسیح نہ بنا بلکہ مسیح کا غلام بنا اور پگٹ نے بڑی ہمت دکھلائی کہ خود مسیح بن گیا نہ صرف مسیح بلکہ خدا ہونے کا بھی دعویٰ کیا اب لنڈن والوں کو کسی بیماری آفت مصیبت کا کیا اندیشہ ہے جن کے شہر میں خدا اُترا ہوا ہے مگر میں نے سنا ہے کہ لنڈن میں کچھ یہودی بھی رہتے ہیں اسلئے بے شک یہ اندیشہ ہے کہ ان کو طبعاً یہ خیال پیدا ہو کہ یہ تو وہی مسیح ہے جو صلیب سے بوجہ غشی کے غلطی کے ساتھ زندہ اُتار گیا اور پھر موقع پاکر مشرقی بلاد کیطرف بھاگ گیا۔ آخر اب ایسے طور سے اسکو صلیب دیں کہ کام تمام ہو جائے اور پھر کسی طرف بھاگ نہ سکے اور ساتھ ہی یہ فکر بھی ہے کہ مبادا عیسائیوں کو بھی خیال آجاوے کہ پہلا کفارہ پرانا اور بودہ ہو چکا ہے اور شراب خوری اور فسق و فجور کی کثرت سے ثابت بھی کر دیا ہے کہ اُس کفارہ کی تاثیر جاتی رہی ہے اس لئے اب ایک نئے خون کی ضرورت ہے۔ سو میں ہمدردی سے کہتا ہوں کہ مسٹر پگٹ کو ان ہر دو فرقوں سے چوکس رہنا چاہئے القصہ ان دنوں میں جب کہ زمین میں ایسے ایسے جھوٹے اور ناپاک دعوے کئے گئے ہیں اس لئے خدا نے جو زمین پر بدی اور ناپاکی کا پھیلنا پسند نہیں کرتا مجھے اپنا مسیح کر کے بھیجا تا وہ زمین کی تاریکی کو اپنی توحید سے روشن کرے اور شرک کی نجاست سے دنیا کو مخلصی بخشے پس میں وہی مسیح موعود ہوں جو ایسے وقت میں آنیوالا تھا اور میں صرف اپنے مُنہ سے نہیں کہتا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ وہ خدا جس نے زمین و آسمان بنایا میری گواہی دیتا ہے اس نے اس گواہی کے پورا کرنے کے لئے صدہا نشان میرے لئے ظاہر کئے اور کر رہا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کا فضل اُس مسیح سے مجھ پر زیادہ ہے جو مجھ سے پہلے گذر چکا ہے میرے آئینہ میں اس کا چہرہ اُس سے زیادہ وسیع طور پر منعکس ہوا ہے جو اسکے آئینہ میں ہوا تھا اگر میں صرف اپنے مُنہ سے کہتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر وہ میرے لئے گواہی دیتا ہے تو کوئی مجھے جھوٹا قرار نہیں دے سکتا میرے لئے اسکی ہزارہا گواہیاں ہیں جن کو

جن کو میں شمار نہیں کر سکتا۔ مگر منجملہ ان کے ایک یہی گواہی ہے کہ جو دلیری سے پگٹ جس نے خدائی
کا لنڈن میں دعویٰ کیا ہے وہ میری آنکھوں کے سامنے نیست و نابود ہو جائیگا۔ دوسری یہ گواہی ہے
کہ مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کریگا اور صراحتاً یا اشارۃً میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا۔ تو میرے
دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیائے فانی کو چھوڑ دے گا۔ یہ دو نشان ہیں جو یورپ اور
امریکہ کے لئے خاص کئے گئے ہیں کاش وہ ان پر غور کریں اور ان سے فایدہ اٹھائیں۔

یاد رہے کہ ابتک ڈوئی نے میری اس درخواست مباہلہ کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور نہ اپنے اخبار میں کچھ
اشارہ کیا ہے اس لئے میں آج کی تاریخ سے جو ۲۳۔ اگست سنہ ۱۹۰۳ء ہے اس کو پورے سات ماہ کی
اور مہلت دیتا ہوں۔ اگر وہ اس مہلت میں میرے مقابلہ پر آگیا۔ اور جس طور سے مقابلہ کرنیکی میں نے
تجویز کی ہے جس کو میں شایع کر چکا ہوں۔ اس تجویز کو پورے طور پر منظور کر کے اپنے اخبار میں عام
اشتہار دیدیا تو جلد تر دنیا دیکھ لیگی کہ اس مقابلہ کا انجام کیا ہوگا۔ میں عمر میں ۷۰ برس کے قریب ہوں اور
وہ جیسا کہ بیان کرتا ہے پچاس برس کا جوان ہے جو میری نسبت گویا ایک بچہ ہے۔ لیکن میں نے
اپنی بڑی عمر کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ کیونکہ اس مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ خدا جو احکم
الحاکمین ہے وہ اس کا فیصلہ کریگا اور اگر مسٹر ڈوئی اس مقابلہ سے بھاگ گیا۔ تو دیکھو آج میں تمام امریکہ
اور یورپ کے باشندوں کو اس بات پر گواہ کرتا ہوں کہ یہ طریق اس کا بھی شکست کی صورت سمجھی جائیگی
اور نیز اس صورت میں پبلک کو یقین کرنا چاہیئے کہ یہ تمام دعویٰ اسکا الیاس بننے کا محض زبان کا مکر اور فریب تھا
اور اگرچہ وہ اس طرح سے موت سے بھاگنا چاہے گا۔ لیکن درحقیقت ایسے بھاری مقابلہ سے گریز کرنا بھی ایک
موت ہے۔ پس یقین سمجھو کہ اس کے صیحون پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں
سے ضرور ایک صورت اس کو پکڑ لیگی۔ اب میں اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے قادر اور کامل
خدا جو ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا اور ظاہر ہوتا رہیگا۔ **یہ فیصلہ جلد کر** کہ پگٹ اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں
پر ظاہر کر دے۔ کیونکہ اس زمانہ میں تیرے عاجز بندے اپنے جیسے انسانوں کی پرستش میں گرفتار
ہو کر تجھ سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ سو اے ہمارے پیارے خدا ان کو اس مخلوق پرستی کے اثر
سے رہائی بخش۔ اور اپنے وعدوں کو پورا کر جو اس زمانہ کے لئے تیرے تمام نبیوں نے کئے ہیں۔ ان
کانٹوں میں سے زخمی لوگوں کو باہر نکال اور حقیقی نجات کے سرچشمہ سے انکو سیراب کر کیونکہ سب نجات

تیری معرفت اور تیری محبت [illegible] کسی انسان کے خون میں نجات پائیں۔ اے رحیم کریم خدا
اکی مخلوق پرستی پر بہت زمانہ گذر گیا ہے اب ان پر تو رحم کر اور ان کی آنکھیں کھولدے۔ اے قادر اور
رحیم خدا سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اب تو ان بندوں کو اس اسیری سے رہائی بخش۔ اور صلیب
اور خون مسیح کے خیالات سے ان کو بچالے۔ اے قادر کریم خدا ان کے لئے میری دعا سن اور آسمان
سے ان کے دلوں پر ایک نور نازل کر تا وہ تجھے دیکھ لیں۔ کون خیال کر سکتا ہے کہ وہ تجھے دیکھیں گے
کس کے ضمیر میں ہے کہ وہ مخلوق پرستی کو چھوڑ دینگے۔ اور تیری آواز سنیں گے پر اے خدا کو سب کچھ کر
سکتا ہے۔ تو نوح کے دنوں کی طرح ان کو ہلاک مت کر کہ آخر وہ تیرے بندے ہیں۔ بلکہ اُن پر رحم
کر اور ان کے دلوں کو سچائی کے قبول کرنیکے لئے کھولدے۔ ہر ایک قفل کی تیرے ہاتھ میں کنجی ہے جبکہ تو نے
مجھے اس کام کے لئے بھیجا ہے سو میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نامرادی سے مروں اور
میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ تو نے اپنی وحی سے مجھے وعدے دیئے ہیں ان وعدوں کو تو ضرور پورا کریگا
کیونکہ تو ہمارا خدا صادق خدا ہے۔ اے میرے رحیم خدا اس دنیا میں میرا بہشت کیا ہے۔ بس یہی کہ
تیرے بندے مخلوق پرستی سے نجات پا جائیں سو میرا بہشت مجھے عطا کر۔ اور ان لوگوں کے مردوں
اور ان لوگوں کی عورتوں اور ان کے بچوں پر یہ حقیقت ظاہر کر دے کہ وہ خدا جس کی طرف توریت اور
دوسری پاک کتابوں نے بلایا ہے اس سے وہ بے خبر ہیں۔ اے قادر کریم میری سن لے کہ تمام
طاقتیں تجھ کو ہیں۔ آمین ثم آمین ●

تمت

(وطن اسٹیم پریس میں چھپا)
(لاہور)